یہ رسالہ ہر ماہ کی ۵ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قیمت سالانہ پیشگی

مہتمم قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۵ | بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۰ء مطابق ذی قعدہ سنہ ۱۳۳۸ھ | نمبر ۸

الحدیث الشریف فی المسیح الصحیح

تصنیف مولانا جلال الدین صاحب شمس سیکھوانی مولوی فاضل

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان
میں چھپا اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا۔

اس رسالہ کی متعدد کاپیاں تبلیغ کیلئے منگوا کر تقسیم کیجئے

یہ رسالہ جس میں حدیث نزول المسیح کی مکمل شرح ہے تمام ذی استطاعت احباب کرام اسکی متعدد کاپیاں ۲؍ فی جلد کے حساب سے منگوا کر اپنے حلقۂ اثر میں تقسیم کریں تبلیغی سکرٹری صاحبان کے لیئے نادر موقعہ اور قیمتی تحفہ ہے ۔ مینجر تشحیذ قادیان۔

حضرت مسیح موعود اور علماء زمانہ

اسلام کی پہلی کتاب ۔ مرتبہ ماسٹر عبد الرحمن صاحب بی۔ اے ۔ بہت مشہور اور مقبول کتاب ہے آپ نے اس پر نظر ثانی کر کے حال میں بہت سی ترمیم و اضافہ کے ساتھ اسکا ایڈیشن تین حصوں میں چھپوایا ہے یہ ہر سہ حصص سلسلہ احمدیہ کے بچوں ۔ سکولوں کے طلباء اور مبتدیوں کے لیے بہت ہی مفید ہے کیونکہ اس میں احمدیت کے متعلق ہر قسم کی واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے اور سب مسائل کا ثبوت موجود ہے ۔ غیر مبائعین کے لیے بھی کافی مصالحہ ہے اور غیر احمدیوں کے لیئے بھی بہت سے اعتراضوں کا جواب ہے ۔

شیر و شکر

دائرۃ الاصلاح لاہور نے یہ ٹریکٹ شائع کیا ہے جس میں صحابہ کرام و اہل بیت نبی اور ائمہ عظام کی باہمی رشتہ داریاں نہایت معتبر و صحیح اسناد سے واضح کی گئی ہیں ۔ سنّی و شیعہ اتحاد کے لیے قابل قدر کوشش ہے مگر اسکا اصل طریق وہی ہے کہ قوم میں وہ روح پیدا کی جائے جو نبی کریمؐ کے وقت میں تھی سوائے ایک مامور پر ایمان لانے کے ہو نہیں سکتی ۔

پنجابی منظوم کتابیں سہاگ نامہ ۔ مولانا راجیکی ۔ ۱؍ گفتگو ماں دھی ۔ ۱؍ (تصدیق المسیح) ملنے کا پتہ مینجر نصیر بک ایجنسی قادیان دار الامان ۔

نادر موقعہ صادقوں کی روشنی کون دور کر سکتا ہے ۔ ۱۲؍ درس القرآن فی رمضان، تشحیذ کے پچھلے فائل ۲؍ سالانہ کے حساب جس میں نہایت نادر مضامین جمع ہیں ۔

(مینجر تشحیذ قادیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اگست ۱۹۲۰ء

التشریح الصحیح لحدیث نزول المسیح

مسلمانوں کا عقیدہ دربارہ نزول ابن مریم

مسلمانوں کا ہر زمانہ میں یہ عقیدہ رہا ہے کہ آخری زمانہ میں جبکہ دین اسلام میں قسم قسم کی بدعات اور رسوم پھیل جائیں گی۔ اور مسلمانوں کی حالت یہود کی سی ہو جائے گی اور عیسائیت کا غلبہ ہوگا۔ اس وقت بدعات سیئہ کو دور کرنے اور اسلام کی تائید و نصرت کے لیئے اور اسے غیر مذاہب پر غلبہ دینے کے واسطے حضرت مسیح نازل ہونگے جیسا کہ تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۹۸ میں ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اِذِ الظُّھُوْرُ لَا یَظْھَرُ اِلَّا بِالْاِظْھَارِ وَھُوَ الْاِتْمَامُ یُؤَیِّدُہٗ قَوْلُہٗ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ ذَالِکَ عِنْدَ نُزُوْلِ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ قَالَہٗ مُجَاھِدٌ" کہ ظہور دین ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر اتمام کے ساتھ۔ اسکی تائید خدا تعالیٰ کے قول الیوم اکملت لکم دینکم سے ہوتی ہے۔ اور ابی ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ ظہور اسلام کا تمام مذاہب پر عیسی ابن مریم کے نزول کے وقت میں ہوگا اور مجاہد

جو تابعین میں سے ہے اس نے یہ بات کہی ہے +

بناء عقیدہ مذکورہ بالا

اب میں وہ احادیث جن پر اس عقیدہ کی بنا ہے لکھتا ہوں۔

(۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا مُقْسِطًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیْ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ (وَقَدْ جَاءَ فِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیْ یَضَعُ الْحَرْبَ اَوْزَارَھَا) وَیَفِیْضُ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلُہٗ اَحَدٌ + (صحیح مسلم جلد اول صد۸۷ مطبوعہ مصر باب نزول عیسیٰ بن مریم۔)

(۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ (صحیح مسلم جلد مطبوعہ مصر صد۸۷) ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بہت ہی جلد تم میں ابن مریم نازل ہوگا۔ حکم وعدل ہوگا۔ وہ صلیب کو توڑے گا۔ اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور جزیہ کو موقوف کردے گا۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے۔ کہ وہ لڑائی کو موقوف کریگا اور ابن ماجہ اور کنز العمال میں یہ آیا ہے۔ کہ لڑائی اپنے ہتھیاروں کو رکھدیگی۔ یعنی مذہب کیلئے لڑائی نہیں ہوگی۔ اور مال اس کثرت سے ہوگا کہ اسے کوئی بھی قبول نہ کرے گا۔ دوسری حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تمھاری کیا حالت ہوگی۔ جبکہ تم میں ابن مریم نازل ہوگا اس حال میں کہ وہ تمھارا امام ہوگا۔ دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ وہ تمھاری امامت کرائے گا اس حال میں کہ وہ تم سے ہی ہوگا۔

پس یہ احادیث ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے۔ کہ امت محمدیہ میں ایک مسیح آئیگا۔ ایک مسیح کے آنے میں تو ہم اور ہمارے مخالف متفق ہیں اختلاف اس بات میں ہے۔ کہ آنیوالا کون ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ آنے والا مسیح موعود جو اسی امت سے آنا تھا۔ آچکا۔

اور مسیح ناصری فوت ہو چکا۔ اور دوسرے مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ پہلا مسیح ابھی تک آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ ہے وہی دوبارہ دنیا میں نزول کرے گا۔

غیر احمدیوں کی دلیل ایک بڑی بھاری دلیل جو غیر احمدی مسیح ناصری کی زندگی اور اسی کے دوبارہ نزول پر پیش کیا کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا احادیث میں نزول کا لفظ ہے۔ نزول کے لفظ سے وہ اس طرح استدلال کیا کرتے ہیں۔ کہ نزول چونکہ فرع ہے صعود الی السماء کی اسواسطے معلوم ہوا۔ کہ مسیح پہلے آسمان پر چڑھا ہے ورنہ اگر وہ آسمان پر نہ ہوتا۔ تو اسکے لیئے نزول کا لفظ نہ لایا جاتا۔ اس استدلال کے غلط ہونے کے مندرجہ ذیل ثبوت ہیں +

ثبوت اول پہلا ثبوت تو اس استدلال کے غلط ہونے کا یہی ہے کہ مسلم کی دوسری حدیث میں یَنْزِلُ کی جگہ فَیَبْعَثُ اللّٰہُ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ آیا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسی ابن مریم کو مبعوث کریگا۔ اور بعث کا لفظ صعود کو مستلزم نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں بہت جگہ دوسرے انبیاء کے لیئے بھی یہ لفظ آیا ہے۔ جیسے کہ رسول کریم کیلیئے ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (جمعہ) پھر دوسرے انبیاء کے لیئے بھی وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا میں پھر اصحاب کہف کیلیئے ثُمَّ بَعَثْنٰھُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا (کہف) میں اور آیت فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا پھر آیت فَابْعَثُوْٓا اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ ھٰذِہٖٓ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ (کہف) پھر عزیر علیہ السلام کیلیئے آیت فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ میں بعث کا لفظ وارد ہوا ہے۔ ان سب مذکورہ بالا آیات میں بعث کا لفظ صعود کو مستلزم نہیں ہے۔ پس مسلم کی دوسری حدیث اثبات پر صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ ابن مریم آسمان سے نہیں اُترے گا +

ثبوت ثانی دوسرا ثبوت اثبات کا کہ نزول سے مراد آسمان سے اُترنا نہیں ہے یہ ہے،

کہ نزول کا لفظ قرآن مجید میں متعدد جگہ وارد ہوا ہے لیکن اسکے معنی آسمان سے اترنے کے نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل آیات۔

پہلی آیت | قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

(الطلاق ع ۲ پ ۲۸) اس آیت میں نبی کریم کے لیئے مادہ نزول سے لفظ اَنْزَلَ وارد ہوا ہے۔ لیکن آسمان سے اترنے کے معنے نہیں لیئے گئے۔ اگر کوئی کہے کہ یہاں پر "ذکر رسول" سے مراد قرآن مجید ہی نبی کریم نہیں ہو سکتے تو اسکے جواب کیلئے

(۱) ملاحظہ ہو تفسیر علامہ ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۲۲۵

اَوْ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَيْهِ الْاَكْثَرُ عَبَّرَ عَنْهُ بِالذِّكْرِ لِمُوَاظَبَتِهٖ عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَ التَّذْكِيْرِ بِهٖ وَ عُبِّرَ عَنْ اِرْسَالِهٖ بِالْاِنْزَالِ بِطَرِيْقِ التَّرْشِيْحِ" ترجمہ مراد ذکر رسول سے نبی کریم ہیں اور اسی پر اکثر مفسرین ہیں آپ کو ذکر سے تعبیر کیا گیا ہے اسلیئے کہ آپ تلاوت قرآن پر ہمیشگی اور اسی کا وعظ و نصیحت فرماتے رہتے اور آپ کے بھیجنے کو انزال کے ساتھ بطور ترشیح کے تعبیر کیا گیا ہے +

(۲) پھر ملاحظہ ہو مدارک برحاشیہ تفسیر خازن جلد ۴ ص ۳۳۷ - "اَوْ عَلٰى تَقْدِيْرِ حَذْفِ الْمُضَافِ اَيْ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذَا ذِكْرٍ رَّسُوْلًا وَ بِالرَّسُوْلِ جِبْرَائِيْلُ اَوْ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ" ترجمہ یا آیت کے معنے بر تقدیر حذف مضاف کے یہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے تمھاری طرف اتارا ذکر والا (نبی کریم) جو رسول ہے اور رسول سے مراد جبرئیل بھی ہو سکتے ہیں اور نبی کریم بھی +

(۳) ملاحظہ ہو روح البیان جلد ۴ ص ۳۹۹ - "قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا هُوَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا بَيَّنَهٗ بِاَنْ اُبْدِلَ مِنْهُ قَوْلُهٗ رَسُوْلًا" پس ان تمام حوالجات سے ثابت ہے۔ کہ آیت میں ذکر رسول سے مراد نبی کریم ہیں انکے لیئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آپ کو اتارا۔ تو کیا آپ آسمان سے اترے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں

دوسری آیت | وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(سورہ حدید ع ۳ پ ۲۷) اس آیت میں لوہے کے متعلق فرمایا کہ ہمنے لوہے کو اتارا ہے حالانکہ لوہا آسمان سے کبھی نہیں اترا کرتا پس یہاں اَنْزَلْنَا کے معنے پیدا کرنیکے ہیں۔

(۱) ملاحظہ ہو تفسیر کبیر۔ جلد ۸ صہ ۲۴۱۔ اِنَّ مَعْنٰی هٰذَا الْاِنْزَالِ الْاِنْشَاءُ وَالتَّهْيِئَةُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ قَالَ قُطْرُبْ اَنْزَلْنَاهَا اَىْ هَيَّأْنَاهَا مِنَ النُّزُلِ يُقَالُ اَنْزَلَ الْاَمِيْرُ نُزُلًا حَسَنًا" ترجمہ۔ کہ انزلنا الحدید میں انزال کے معنے پیدا کرنا اور تیار کرنا جیساکہ خدا تعالیٰ کے قول اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ میں انزال کے معنی ہیں۔ قطرب نے بھی یہی کہا ہے۔

(۲) ملاحظہ ہو تفسیر علامہ ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۸ صہ ۱۴۱۔ و روح البیان جلد ۴ صہ ۲۵۴۔ و مدارک برحاشیہ تفسیر خازن جلد ۴ صہ ۲۷۸ "عَنِ الْحَسَنِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ خَلَقْنَاهُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ وَذٰلِكَ اَنَّ اَوَامِرَهٗ تَعَالٰى وَقَضَايَاهُ وَاَحْكَامَهٗ تَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ" ترجمہ حسن سے روایت ہے۔ "ہم نے لوہے کو اُتارا" اسکے معنے ہیں کہ ہمنے لوہے کو پیدا کیا۔ جیساکہ خدا تعالیٰ کے قول و انزل لکم من الانعام میں بمعنی پیدا کرنا مستعمل ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ کے اوامر اور اُسکے قضایا اور احکام آسمان سے اُترتے ہیں۔

(۳) ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۴ صہ ۲۷۸ و ترجمان القرآن جلد ۱۵ صہ ۲۶۹۔ "قِيْلَ اَنْزَلْنَا هُنَا بِمَعْنٰى اَنْشَأْنَا وَاَحْدَثْنَا الْحَدِيْدَ وَذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَخْرَجَ لَهُمُ الْحَدِيْدَ مِنَ الْمَعَادِنِ وَعَلَّمَهُمْ صَنْعَتَهٗ بِوَحْيِهٖ وَالْهَامِهٖ" ترجمہ انزلنا بمعنی خلقنا یہ قول حسن کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے لوہے کو پیدا کیا۔ اور اسکو معدنوں سے نکالا اور لوگوں کو اسکی صنعت کی تعلیم بذریعہ وحی فرمائی (ترجمان القرآن جلد ۱۵ صہ ۲۶۹) مندرجہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے کہ انزال کے معنے پیدا کرنیکے بھی ہیں پس کیا وجہ ہے کہ جب مسیح ناصری مرچکا ہے۔ تو حدیث میں نُزُول سے مراد خلق نہ لیں اور یہ معنے نہ کریں۔؟

"تمہاری اُسوقت کیا حالت ہوگی۔ جبکہ مسیح تم میں پیدا ہوگا"

تیسری آیت یٰبَنِیٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا (پ ۸ اعراف ع ۳) اس آیت میں خدا تعالیٰ نے لباس کیلئے بھی انزال کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ حالانکہ اسکے معنے آسمان سے اُترنیکے نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ لباس کبھی آسمان سے نہیں اُترتا۔ بلکہ وہ زمین سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

چوتھی آیت وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ۔ (پ ۲۳ سورہ زمر) اس آیت میں چارپایوں کے لیئے انزال کا لفظ استعمال ہوا ہے حالانکہ اسکے معنے آسمان سے اُترنے کے نہیں لیے گئے۔ ملاحظہ ہو۔ روح البیان جلد ۳ صـ ۳۷۶ وکشاف جلد ۲ مطبوعہ کلکتہ صـ ۱۲۴۸۔ "اَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ اَیْ قَضٰی وَقَسَّمَ لَکُمْ فَاِنَّ قَضَایَاہُ وَ قسمہ تُوْصَفُ بِالنُّزُوْلِ مِنَ السَّمَآءِ حَیْثُ تُکْتَبُ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اَوْ اَحْدَثَ لَکُمْ وَاَنْشَاَ بِاَسْبَابٍ نَازِلَةٍ مِّنَ السَّمَآءِ کَالْاَمْطَارِ وَشِعَّةِ الْکَوَاکِبِ وَھٰذَا کَقَوْلِہٖ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا وَلَمْ یُنْزِلِ اللِّبَاسَ نَفْسَہٗ وَلٰکِنْ اَنْزَلَ مَاءً الَّذِیْ ھُوَ سَبَبُ الْقُطْنِ وَالصُّوْفِ وَاللِّبَاسُ مِنْھُمَا وَفِی التَّاوِیْلَاتِ النَّجْمِیَّةِ وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ اَیْ خَلَقَ فِیْکُمْ مِّنْ صِفَاتِ الْاَنْعَامِ ثَمَانِیَ صِفَاتٍ" **ترجمہ** اَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ یعنی فیصلہ کیا اور تقسیم کیا تمھارے لیئے کیونکہ خدا تعالیٰ کے قضایا اور اقسام موصوف بالنزول من السماء ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں یا پیدا کیئے تمھارے لیے ان اسباب کے ساتھ جو آسمان سے اُترتے ہیں۔ جیسے بارش اور ستاروں کی شعائیں اور یہ خدا تعالیٰ کی قول قد انزلنا علیکم لباسًا (ہمنے تمپر لباس اُتارا) کی طرح ہے۔ حالانکہ لباس بنفسہ نہیں اُتارا بلکہ پانی اُتارا جو کہ سبب ہے روئی اور صوف کا اور لباس انہی سے بنتا ہے اور تاویلات نجمیہ میں لکھا ہے وانزل لکم من الانعام ثمانیة ازواج یعنی تم میں چارپایوں کی صفات سے آٹھ صفات پیدا کی ہیں۔ غرض مذکورہ آیت میں بھی اَنْزَلَ بمعنی خَلَقَ

وقضیٰ وقسدّر وارد ہوا ہے +

پانچویں آیت وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (سورہ حجر-۲۶) اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اُسکے خزائن ہمارے پاس ہیں اور نہیں اُتارتے ہم اُس سے مگر معلوم اندازہ کے ساتھ - اس آیت میں دنیا کی ہر ایک چیز کے لیے خدا تعالیٰ نے مادہ نزول سے لفظ استعمال کیا ہے - حالانکہ کوئی نہیں جانتا - کہ دنیا کی تمام اشیاء بجسدہا آسمان سے اُترتی ہیں +

(۱) ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۵ صنہ ۳۹ " وَاَقُوْلُ اَیْضًا تَخْصِیْصُ قَوْلِهٖ تَعَالیٰ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ بِالْمَطَرِ تَحَکُّمٌ مَحْضٌ لِاَنَّ قَوْلَهٗ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ یَتَنَاوَلُ جَمِیْعَ الْاَشْیَاءِ اِلَّا مَاخَصَّهُ الدَّلِیْلُ وَهُوَ الْمَوْجُوْدُ الْقَدِیْمُ الْوَاجِبُ لِذَاتِهٖ وَقَوْلُهٗ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ اِشَارَةٌ اِلیٰ کَوْنِ تِلْكَ الْاَشْیَاءِ مَقْدُوْرَةً لَهٗ تَعَالیٰ وَحَاصِلُ الْاَمْرِ فِیْهِ اَلْمُرَادُ اَنَّ جَمِیْعَ الْمُمْکِنَاتِ مَقْدُوْرَةٌ لَهٗ وَمَمْلُوْکَةٌ یُخْرِجُهَا مِنَ الْعَدَمِ اِلَی الْوُجُوْدِ کَیْفَ شَاءَ "

پھر لکھتے ہیں " وَالْمُرَادُ مِنَ الْاِنْزَالِ الْاِحْدَاثُ وَالْاِنْشَاءُ وَالْاِبْدَاعُ کَقَوْلِهٖ تَعَالیٰ وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ وَقَوْلُهٗ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ "

ترجمہ - بعض مفسرین جو اس آیت سے بارش ہی مراد لیتے ہیں - وہ غلط ہے - کیونکہ میں کہتا ہوں کہ خدا کے قول وان من شیء الی آخرہ کی تخصیص مطر سے کرنا محض تحکم ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا قول وان من شیء تمام اشیاء کو شامل ہے سوا اُس شے کے جسے دلیل خاص کردے اور وہ شے خاص صرف خدا تعالیٰ ہے جو موجود قدیم واجب لذاتہ ہے) اور قول الا عندنا خزائنہ اس بات کی طرف اشارہ ہے - کہ تمام وہ اشیاء خدا تعالیٰ کی قدرت کے ماتحت ہیں - پس حاصل امر یہ ہے کہ جمیع ممکنات خدا تعالیٰ کی قدرت کے ماتحت ہیں - وہ اُنکو عدم سے وجود کی طرف جسطرح چاہتا ہے لاتا ہے - اور مراد انزال سے احداث

اور انشاء اور ابداع ہے جیسے خدا تعالیٰ کے قول وانزل لکم من الانعام وانزلنا الحدید بیان میں۔

(۲) پھر ملاحظہ ہو تفسیر علامہ ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۳۹۹ و روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۲۸۸ و روح البیان جلد ۲ و بیضاوی جلد ۳ صفحہ ۱۶۷ "وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اَیْ مَا مِنْ شَیْءٍ مِنَ الْاَشْیَاءِ الْمُمْکِنَۃِ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗ اَیْ نُوْجِدُ وَمَا نُکَوِّنُ شَیْئًا مِنْ تِلْکَ الْاَشْیَاءِ مُلْتَبِسًا شَیْئًا مِنَ الْاَشْیَاءِ اِلَّا مُلْتَبِسًا بِمِقْدَارٍ مُعَیَّنٍ تَقْتَضِیْہِ الْحِکْمَۃُ وَتَسْتَنِدُ عَلَیْہِ الْمَشِیْئَۃُ التَّابِعَۃُ بِھَا۔"

ترجمہ یعنی کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر اُسکے خزائن ہمارے پاس ہیں اور نہیں اُتارتے ہم اسکو یعنی نہیں موجود کرتے ہم اور نہیں بناتے کوئی چیز ان اشیاء سے مگر مقدار معین کے ساتھ جسکو اسکی حکمت اور مشیت چاہتی ہے۔

(۳) پھر ملاحظہ ہو مدارک برحاشیہ تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۱۰۔ "وَالْمَعْنٰی مَا مِنْ شَیْءٍ یَنْتَفِعُ بِہٖ الْعِبَادُ اِلَّا وَنَحْنُ قَادِرُوْنَ عَلٰی اِیْجَادِہٖ وَتَکْوِیْنِہٖ وَالْاِنْعَامِ بِہٖ وَمَا نُعْطِیْہٖ اِلَّا بِمِقْدَارٍ مَعْلُوْمٍ۔" ترجمہ۔ اور آیت کے معنے یہ ہیں کہ کوئی چیز بھی نہیں ہے جس سے بندے نفع اُٹھاتے ہیں۔ مگر ہم اُسکی ایجاد اور تکوین کرنے اور انعام دینے پر قادر ہیں۔ اور ہم نہیں دیتے کسیکو مگر مقدار معلوم کے ساتھ۔

(۴) ملاحظہ ہو ترجمان القرآن مصنفہ نواب صدیق حسن خان جلد ۶ صفحہ ۹۶۸۔ "اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز اُسپر آسان ہے اور وہ اُسکے نزدیک سہل اور یسیر ہے اور اُسکے پاس اشیاء کے جمیع صنوف واقسام کے خزانے ہیں وہ اُنہیں سے جسقدر جو چاہتا ہے اور جب ارادہ کرتا ہے نازل فرماتا ہے۔ اور اس اُتارنے میں اُسکی کمال حکمت بالغہ اور بندوں پر رحمت اور رافت اور شفقت ہے یہ اُتارنا اُسپر کوئی واجب نہیں ہے بلکہ اُسنے اپنے نفس مبارک پر رحمت لکھدی ہے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ نے دنیا کی ہر ایک چیز کیلیئے جو جہان میں ہی پیدا ہوتی ہے نزول کا لفظ استعمال کیا ہے تو نبی کریم کے ابن مریم کے لیے نزول کا لفظ استعمال کرنے سے کسطرح ثابت ہو گیا کہ مسیح آسمان سے ہی اُترے گا۔ جبکہ نزول کا لفظ ہر ایک

چیز کے لئے جو پیدا ہوتی ہے۔ جو قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔

ثبوت ثالث تیسرا ثبوت اسبات کا کہ نزول صعود کی فرع نہیں یہ ہے کہ احادیث میں نزول کا لفظ وارد ہوا ہے لیکن انہیں آسمان سے اترنا مراد نہیں لیا گیا۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل حوالجات۔

(۱) خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ رواہ مسلم مشکوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۵۰۷ کتاب الفتن) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے اور یثرب (مدینہ) میں اترے۔

(۲) عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعِرَّانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ (مسلم) ابوموسیٰ نے روایت کی ہے کہ میں نبی کریم کے پاس تھا اور آپ جعرانہ میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے نزول فرما تھے۔

(۳) قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا حَسَنٌ وَمَنْ تَرَكَ النُّزُوْلَ بِالْمُحَصَّبِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ (مؤطا امام محمدؒ) باب النزول بالمحصب۔ امام محمدؒ کہتے ہیں کہ محصب جگہ میں اترنا اچھا ہے اور جو نزول محصب میں نہ کرے تو اسپر کوئی گناہ نہیں۔

(۴) عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهٗ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا - وَذٰلِكَ قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مِنْ مَنْزِلٍ (مسلم مطبوعہ مصر صفحہ ۵۱۸ باب النزول بمكة للحاج) اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ اسامہ نے نبی کریم کو فتح مکہ کے زمانہ میں کہا۔ کہ یارسول اللہ آپ کل کہاں اتریں گے تو نبی کریمؐ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہماری اترنے کی بھی کوئی جگہ چھوڑی ہے۔

(۵) كَانَ النَّبِيُّ صلعم نَازِلٌ عَلَيْهَا يَوْمَ الْفَتْحِ وَلَا مُغَايَرَةَ بَيْنَهُمَا لِاَنَّهٗ لَمْ يَنْقُلْ فِيْ بَيْتِ اُمِّ هَانِئٍ وَاِنَّمَا نَزَلَ بِهٖ حَتّٰى اِغْتَسَلَ وَصَلّٰى (فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۶) نبی کریمؐ فتح مکہ کے دن ایک جگہ پر اترے تھے اور ان دونو قولوں کے درمیان کوئی مغائرت نہیں ہے کیونکہ اس نے ام ہانی کے گھر کا نام نہیں لیا۔ صرف نبی کریم وہاں اترے اور نہا کر نماز پڑھی۔

(۶) كَانَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمُرُّ بِهٖ وَيَنْزِلُ عَلَيْهِ (فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۱۵) عیسیٰ علیہ السلام اسکے پاس سے گذرتے تھے اور اسپر اترتے تھے۔

(۷) بَابُ نُزُوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحِجْرَ (بخاری) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر مقام پر اُترنا۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث میں نزول کا لفظ وارد ہوا ہے لیکن آسمان سے اُترنے کے معنے نہیں لیے گئے۔

ثبوت رابع چوتھا ثبوت اسبات کا کہ نزول صعود الی السماء کی فرع نہیں ہے یہ بات لغۃً ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو

(۱) "اَلنُّزُوْلُ وَهُوَ الْحُلُوْلُ وَالنِّزَالُ فِی الْحَرْبِ اَنْ يَّتَنَازَلَ الْفَرِيْقَانِ وَالتَّنَزُّلُ = اَلنُّزُوْلُ فِی مُهْلَةٍ - وَالنَّازِلَةُ الشَّدِيْدَةُ مِنْ شَدَائِدِ الدَّهْرِ تَنْزِلُ بِالنَّاسِ - وَنَزَلَ الْقَوْمُ = اَتَوْا (صحاح حصہ ۲) ترجمہ نزول حلول کو کہتے ہیں۔ اور لڑائی میں نزال کہتے ہیں۔ کہ دو فریق ایکدوسرے کے مدمقابل ہوں۔ اور تنزل کہتے ہیں مہلت میں اُترنا۔ اور نازلہ اس سختی کو کہتے ہیں جو زمانہ کے شدائد سے لوگوں پر اُترتی ہے۔ اور نَزَلَ الْقَوْمُ معنے ہیں قوم آئی +

(۲) اَلنُّزُوْلُ - اَلْحُلُوْلُ وَفِی الْحَدِيْثِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَتَقَدَّسَ يَنْزِلُ كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْيَا....... وَالْمُرَادُ بِهٖ نُزُوْلُ الرَّحْمَةِ وَالْاِلْطَافِ الْاِلٰهِيَّةِ وَقُرْبِهَا مِنَ الْعِبَادِ - وَفِی حَدِيْثِ الْجِهَادِ لَا تُنْزِلْهُمْ عَلٰی حُكْمِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَنْزِلْ عَلٰی حُكْمِكَ " اور جو حدیث میں مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ ہر ایک رات سماء دنیا کی طرف اُترتا ہے۔ تو اس سے مراد نزول رحمت اور الطاف خداوندی اور اُس کا بندوں سے قریب ہونا ہے۔ اور جہاد کی حدیث میں آیا ہے کہ تو انکو خدا تعالیٰ کے حکم پر نہ اُتار بلکہ اپنے حکم پر۔

پھر اس کے بعد لکھا ہے۔ اَلنَّزِيْلُ - اَلضَّيْفُ - وَالنُّزُلُ = مَا يُهَيَّأُ لِلضَّيْفِ اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ " (لسان العرب اور نہایہ ابن الاثیر) یعنی نزیل مہمان کو کہتے ہیں اور نُزُل اس چیز کو کہتے ہیں جو اُترنیوالے (آنیوالے) مہمان کیلئے تیار کی جاتی ہے۔

(۳) اَنْزَلْتُ فُلَانًا = اَضَفْتُهٗ (مفردات راغب) میں نے فلاں کو اُتارا اسکے معنے میں کہ میں نے اُس کی مہمان نوازی کی۔

(۴) نَزِیْل مہمان فرود آئندہ (صراح) یعنی نزیل آنیوالے مہمان کو کہتے ہیں۔ پس غیر احمدیوں کا استدلال لغتہً بھی ثابت نہیں۔

ثبوت خامس جبکہ غیر احمدیوں کا استدلال نزول کے لفظ سے نہ قرآن مجید سے ثابت ہوا نہ حدیث سے نہ لغت سے۔ تو اُو اب ہم دواوین عرب کی اوراق گردانی کریں اور دیکھیں کہ شاید نزول کا لفظ صعود الی السماء کی فرع کہیں انہیں ہی وارد ہوا ہو پس پانچواں ثبوت انکے استدلال کے رد میں اشعار عرب ہیں کہ جنمیں نزول کا لفظ آیا ہے اور اسکے معنے آسمان سے اُترنیکے نہیں لیے گئے۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل اشعار۔

(۱) نَزَلْتُ عَلٰی اٰلِ الْمُهَلَّبِ شَاتِیًا　　غَرِیْبًا مِنَ الْاَوْطَانِ فِیْ زَمَنِ الْمَحْلِ

ترجمہ میں آلِ مہلب کا سردی کے موسم میں مہمان ہوا جبکہ میں غریب الوطن تھا اور قحط کا زمانہ تھا

(۲) وَمَا اُخْمِدَتْ نَارٌ لَنَا دُوْنَ طَارِقٍ　　وَلَا ذَمَّنَا فِی النَّازِلِیْنَ نَزِیْلُ

ترجمہ کسی رات کے آنیوالے مہمان کیلئے ہماری آگ نہیں بجھائی گئی اور نہ ہی اُترنے والے مہمانوں میں سے کسی مہمان نے ہماری مذمت کی۔

(۳) فَدَعَوْا نَزَالِ فَكُنْتُ اَوَّلَ نَازِلٍ　　وَعَلَامَ اَرْكَبُهٗ اِذَا لَمْ اَنْزِلِ

ترجمہ پس دشمنوں نے مقابلہ میں اُنے کی دعوت دی۔ پس میں سب سے پہلے اُترنے والا تھا۔ اور کس لئے پھر میں اسپر سواری کروں جبکہ میں کسی کے مقابل ہو کر مقابلہ نہ کروں۔

(۴) تَهْوٰی حَیَاتِیْ وَاَهْوٰی مَوْتَهَا شَفَقًا　　وَالْمَوْتُ اَكْرَمُ نَزَّالٍ عَلَی الْحُرَمِ

ترجمہ میری لڑکی تو میری زندگی چاہتی ہے۔ اور میں فقر کے ڈر اور ذلت کے اُٹھانیکے ڈر سے اسکی موت چاہتا ہوں۔ اور حال یہ ہے کہ موت شریف آدمیوں کیلئے بہت بہتر اُترنیوالی ہے۔ اس بات سے کہ وہ زندہ رہ کر فقر میں مبتلا ہوں۔

(۵) وَاِنْ بَوَّؤُكَ مَبْرَكًا غَیْرَ طَائِلٍ　　غَلِیْظًا فَلَا تَنْزِلْ بِهٖ وَتَحَوَّلِ

ترجمہ اور اگر وہ تجھے غیر مفید غلیظ جگہ بیٹھنے کیلئے دیں تو تو اُسجگہ نہ اُتر اور واپس پھر جا۔

(۶) نِعْمَ الْفَتٰی كَانَ لِلْاَضْیَافِ اِذْ نَزَلُوْا　　وَسَائِلٍ حَلَّ بَعْدَ الْهَدْءِ مَحْرُوْبِ (دیوان)

ترجمہ وہ بہت عمدہ جوان تھا مہمانوں کے لیے جب وہ اُتریں اور سائل کیلئے جو رات کے ایک حصہ گذر جانے کے بعد اُترے اس حال میں کہ وہ لوٹا گیا ہو۔

(۷) قد کان حِصناً شدید الرکن ممتنعاً لیثاً اذا انزل الفتیان او رکبوا دیوان حماسہ

ترجمہ صخر قلعہ کیطرح مضبوط رکن والا محفوظ تھا اور شیر تھا جبکہ جوان اُتریں یا سوار ہوویں۔

(۸) قد علمت سلامۃ ان سیفی کریہ کلما دعیت نزال

ترجمہ اور سلامہ نے جان لیا ہے کہ میری تلوار زبردست ہی جبکہ اسکو مقابل میں انیکی دعوت دیجائے

(۹) عرضنا نزال فلم ینزل۔ وکانت نزال علیہم طح

ہمنے دعوت مقابلہ دی۔ پس مقابل میں کوئی نہ اُترا اور مقابلہ کی دعوت انپر بہت بھاری اور گراں تھی

(۱۰) فلم ادخر الدھما عند الاغارۃ اذا انالم انزل اذا الخیل جالت

ترجمہ۔ پس میں گھوڑے نہیں باقی رکھونگا غارت ڈالنے کے وقت اگر میں ایسی وقت میں جبکہ گھوڑے جولانی کریں مقابلہ میں نہ اُتروں۔

مذکورہ بالا اشعار میں نزول کا لفظ وارد ہؤا ہے لیکن اسکے معنے آسمان سے اُترنیکے نہیں۔

چھٹا ثبوت چھٹا ثبوت آپکی بات کے رد کا یہ ہے کہ نزول یعنی اُترنیکا لفظ دوسرے انبیاء کی کتب میں وارد ہؤا ہے۔ اور ان میں انبیاء کے آنیکو آسمان سے اُترنے کے ساتھ تعبیر کیا گیا ملاحظہ ہو۔

(۱) جو اوپر سے آتا ہے۔ وہ سب سے اوپر ہے۔ اور جو زمین سے ہے۔ وہ زمین سے ہی ہیں۔ اور زمین ہی کی کہتا ہے۔ اور جو آسمان سے آتا ہے وہ سب کے اوپر ہے۔ جو کچھ اُسنے سنا اور دیکھا۔ اُسکی گواہی دیتا ہے۔ یوحنا ۳ باب ۳۱ ۔ آیت۔

یہاں مسیح نے اپنی پہلی بعثت میں بھی آسمان سے اُترنیکا دعویٰ کیا ہے حالانکہ آپ مریم صدیقہ کے فرزند ارجمند تھے۔ اور نہ ہی آپکی پہلی بعثت کے متعلق آسمان سے آنیکا کوئی مدعی ہے

(۲) پھر حضرت ایلیا یعنی الیاس کے متعلق ۲ سلاطین باب۲ آیت ۱۱ میں لکھا ہے :۔

"اور ایلیا بگولے میں ہو کر آسمان پر جاتا رہا" اس آیت میں صریح الفاظ سے ایلیا کا آسمان پر جانا بتایا گیا ہے۔ حالانکہ مسیح کا آسمان پر جانا نہ قرآن سے ثابت نہ احادیث صحیحہ سے پھر ایلیاء کے آنے کا وعدہ ملاکی نبی کی کتاب باب۴ میں مذکور ہے۔ "خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاء نبی کو تمھارے پاس بھیجوں گا"

ان آیات میں ایلیاؔ کے آسمان پر چڑھنے اور واپس آنے کا صریح الفاظ میں دعویٰ موجود ہے لیکن پھر بھی جب یہود نے مسیحؑ کے دعویٰ کرنے پر یہ آیت پیش کی اور کہا۔ کہ آپ کے آنے سے پیشتر ایلیاؔ کا آسمان سے آنا ضروری ہے۔ تو آپ نے یہ جواب دیا کہ "سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی اور چاہو تو مانو ایلیا جو آنے والا تھا وہی ہے" متی ۱۱/۱۴ پس باوجود علماء یہود کے اعتراض بدیہی ہونیکے مسیحؑ نے ایلیاؔ کے آنے سے اس کا مثیل قرار دیا لیکن موجودہ زمانہ کے علماء اسلام نے حدیث لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ کو اپنے ہاتھوں سے پورا کرتے ہوئے یہود سے پیچھے رہنا پسند نہ کیا بلکہ چند قدم آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ کیونکہ نہ مسیحؑ کے متعلق آسمان پر جانے کا ذکر نہ کسی مرفوع متصل صحیح حدیث میں نزول من السماء کا ذکر لیکن پھر بھی یہود کی طرح مسیحؑ موعود پر اعتراض کیا اور کہا کہ گزشتہ مسیح کے سوا اور کوئی مسیح نہیں آسکتا۔

نزول کے لفظ میں حکمت

اگر کوئی سوال کرے کہ نزول کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا اور اسکے اختیار کرنے میں کیا حکمۃ تھی۔ تو اسبات کے جواب میں کہ "دجال کے لیے خروج کا لفظ اور مسیح موعود کے لیے نزول کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا" حضرت مسیح موعود اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں۔

"دجال کا آنا بطور ابتلاء و ابتلاء کے تھا۔ اور مسیح کا آنا بطور الٰہی نعمت کے جو بارادہ خاص الٰہی مومنوں کی نصرت کیلئے نازل ہوتی ہے۔ جیساکہ قرآن کریم کے اتارنے کیلئے نزول کا لفظ فرمایا دلی تائید لغت سے بھی ہوتی ہے ملاحظہ ہو صراح نُزُول بالضم آنچہ پیش مہمان فرود آمدہ نہند از طعام و جز و جز و آن انزال جمع فروئی و برکت نزل بفتحتین مثلہ یُقَالُ طعام کثیر النزل و النُزُل) اور یہ بھی کہ جو چیز زمین سے نکلتی ہے۔ وہ ظلمت اور کثافت رکھتی ہے۔ اور جو اوپر سے آتی ہے اُسکے ساتھ نور و برکت ہوتی ہے اور نیز اوپر سے آنے والی نیچے آنے والی پر غالب ہوتی ہے۔ غرض جو شخص آسمانی برکتیں اور آسمانی نور ساتھ رکھتا ہے۔ اسکے آنے کے لیے نزول کا لفظ مناسب حال ہے اور جسکے وجود میں زمینی ظلمت اور خبث و کدورت بھری ہوئی ہے اسکے ظہور کے لیے خروج کا لفظ مناسبت رکھتا ہے کیونکہ نورانی چیزیں آسمان سے ہی نازل ہوتی ہیں جو

ظلمت پر فتح پائیں" ۔ پھر آپ ازالہ اوہام جلد ۲ صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں ۔

"اور یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے ۔ کہ جیسے ان چیزوں کے بارہ میں جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتیں اور آخری زمانہ میں پورے جوش اور طاقت کے ساتھ ظہور کرینگی خروج کا لفظ استعمال ہوا ہے ۔ ایسا ہی اس شخص کے بارہ میں جو حدیثوں میں لکھا ہے کہ آسمانی وحی اور قوت کے ساتھ ظہور کریگا نزول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے سو ان دونو لفظوں خروج اور نزول میں درحقیقت یہی امر مدنظر رکھا گیا ہے ۔ یعنی اس بات کا سمجھانا منظور ہے کہ یہ ساری چیزیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والی ہیں ۔ باعتبار اپنی قوت ظہور کے خروج اور نزول کی صفت سے متصف کی گئی ہیں ۔ جو آسمانی قوت کے ساتھ آنیوالا تھا اسکو نزول کے لفظ سے یاد کیا گیا اور جو زمینی قوت کے ساتھ نکلنے والا تھا ۔ اسکو خروج کے لفظ سے پکارا گیا تا نزول کے لفظ سے آنے والے کی ایک عظمت سمجھی جائے اور خروج کے لفظ سے ایک خفت اور حقارت ثابت ہو ۔ اور نیز یہ بھی معلوم ہو کہ نازل خارج پر غالب ہے"۔

ہبوط کے لفظ سے غیر احمدیوں کا استدلال

چونکہ بعض احادیث میں جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں جو کہ نواس بن سمعان سے مروی ہے نزل کی جگہ ہبط کا لفظ وارد ہوا ہے اسلیے غیر احمدی یہ کہتے ہیں کہ ہبوط آسمان سے اترنے کو کہتے ہیں ۔ سو ہبط آنے والا مسیح آسمان سے اترے گا ۔

جواب غیر احمدیوں کا مذکورہ بالا استدلال ہَبَطَ کے لفظ سے کرنا اول تو محض لغت سے کم علمی کی وجہ سے ہوا ہے اسلیے غلط ہے ۔ کیونکہ ہَبَطَ کے معنے لغت عرب میں آسمان سے اترنے کے نہیں آئے ہیں ۔ دوسرے اسکے ساتھ من السماء کا لفظ نہ ہو حدیث میں ہَبَطَ من السماء وارد نہیں ہوا ۔ جس سے کہ یہ استدلال کیا جائے کہ وہ آسمان سے اترینگے صرف ہَبَطَ کا لفظ ہے ۔ سو ہَبَطَ کے معنے پہلے ہم لغت عرب سے دیکھتے ہیں ۔

تاج العروس تاج العروس میں لکھا ہے "هَبَطَ يَهْبِطُ هُبُوْطًا : نَزَلَ يُقَالُ هَبَطَ الْاَرْضَ كَذَا اَىْ نَزَلَهَا وَمِنْهَا قَوْلُهٗ تَعَالٰى اِهْبِطُوْا مِصْرًا وَهَبَطَ الْمَرَضُ لَحْمَهٗ اَىْ هَزَلَهٗ نَقَلَهٗ الْجَوْهَرِیُّ وَ هَبَطَ فُلَانًا اَىْ

ضَرَبَہٗ وَھَبَطَ لَذَا اَیْ دَخَلَہٗ" (تاج العروس جلد ۵ صفحہ ۲۴۴) ترجمہ ہبط کے معنے ہیں اترا کہا جاتا ہے ہَبَطَ الْاَرْضَ کَذَا یعنی زمین میں اترا اور اسی سے خدا تعالیٰ کا قول اِھْبِطُوْا مِصْرًا ہے اور ہبط المرض لحمہ کے معنے ہیں بیماری نے بیمار کو دبلا کر دیا اور یہ جو معنے جوہری سے منقول ہیں۔ اور ہَبَطَ فلانًا کے معنے ہیں کہ اس نے فلاں کو مارا اور ہبط بلد کذا کے معنے ہیں کہ شہر میں داخل ہوا۔

لسان العرب

پھر ملاحظہ ہو لسان العرب جلد ۹ صفحہ ۳۰۱ حَدِیْثُ طُفَیْل ابْنِ عُمَرَ اَنَا اَنْھَبِطُ اِلَیْھِمْ مِنَ الثَّنِیَّۃِ اَیْ اَنْحَدِرُ وَالْھُبُوْطُ مِنَ الْاَرْضِ الْحُدُوْرُ وَھَبَطْنَا اَرْضَ کَذَا اَیْ نَزَلْنَاھَا وَالْھَبْطُ اَنْ یَقَعَ الرَّجُلُ فِی الشَّرِّ وَالْھَبْطُ اَیْضًا النُّقْصَانُ قَالَ خَالِدُ بْنُ جَنْبَۃَ یُقَالُ ھَبَطَ فُلَانٌ اَرْضَ کَذَا وَھَبَطَ السُّوْقَ اِذَا اَتَاھَا" ترجمہ یعنی ابن عمر کی حدیث میں جو انھبط کا لفظ ہے اسکے معنے ہیں میں انکی طرف گھاٹی سے اترتا ہوں اور زمین سے ہبوط کے معنے حدور یعنی اترنا ہے اور ہبطنا ارض کذا کے معنے ہیں کہ ہم اس زمین میں اترے اور ہبط آدمی کے شر میں پڑنے اور نقصان کو بھی کہتے ہیں خالد بن جنبہ نے کہا ہے کہ ہبط فلانٌ ارض کذا اور ہبط السوق اسوقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی زمین میں آئے یا بازار میں داخل ہو۔

صراح

پھر ملاحظہ ہو صراح جلد ۱ صفحہ ۳ ہَبَطَ ہُبُوْطًا۔ فرود آمدن۔

تفسیر بیضاوی

اِھْبِطُوْا مِصْرًا۔ اِنْحَدِرُوْا اِلَیْہِ مِنَ التِّیْہِ یُقَالُ ھَبَطَ الْوَادِیْ اِذَا نَزَلَ وَھَبَطَ مِنْہُ اِذَا خَرَجَ مِنْہُ

ترجمہ اھبطوا مصرًا کے معنے ہیں کہ بنی اسرائیل میدان تیہ سے مصر کی طرف جاؤ ہبط الوادی اسوقت کہا جاتا ہے جب کہ وادی میں اترے اور ہبط منہ اسوقت بولا جاتا ہے جب اس سے کوئی نکل جائے۔

پھر قرآن مجید میں آتا ہے وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَھْبِطُ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ کہ بعض پتھروں سے ایسے بھی ہیں جو خدا تعالیٰ کی خشیت سے گر پڑتے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ ہبوط

کے معنے آسمان سے اُترنیکے ہیں اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

حدیث اگر اس کے معنے آسمان سے ہی اُترنے کے ہیں۔ تو دجّال کا یہ کہنا کہ فَلَا اَدَعُ قَرْیَۃً اِلَّا ھَبَطْتُھَا (مشکوٰۃ صـ۴۷۷ـہ) کہ میں کوئی بستی نہیں چھوڑونگا مگر اسمیں میرا ہبوط ہوگا تو کیا آپ کے معنوں کی رو سے دجّال بھی آسمان سے نازل ہوگا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ثُمَّ یَھْبِطُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ اِلَی الْاَرْضِ (مشکوٰۃ صـ۴۷۷ـہ) کہ پھر اللہ کا نبی عیسیٰ اور اُسکے اصحاب زمین کی طرف اُتریں گے آپ کے معنوں کی رو سے یہ ثابت نہیں کرتا جبکہ اس حدیث میں ارض کا لفظ بھی جو سماء کے مقابل میں ہے موجود ہے کہ مسیح کی آسمان سے اُترنے میں کوئی خصوصیت نہیں بلکہ اسکے کل اصحاب بھی آسمان سے ہی نازل ہوں گے۔ پس غیر احمدی علماء کا ھَبَطَ کے لفظ سے استدلال کرنا کہ مسیح آسمان سے اُتریگا غلط ہے۔ جب نَزَلَ اور ہبط کے لفظ سے مسیح کا آسمان سے اُترنا ثابت نہ ہؤا تو اسکے بعد ہم ابن مریم کو لیتے ہیں کہ آیا ابن مریم کا لفظ تو یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہی مسیح ناصری دوبارہ نزول فرمائیں گے کیونکہ انکا نام ابن مریم تھا۔

غیر احمدی علماء کا استدلال ابن مریم کے لفظ سے غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ آنے والا مسیح موسیٰ کا آخری خلیفہ ہی ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے اُس کا نام لیکر بتایا ہے کہ ابن مریم نازل ہوگا لیکن ہمارے نزدیک ابن مریم سے مراد آخری خلیفہ اُمت محمدیہ کا ہے جسکو مسیح ناصری کے ساتھ بوجہ تامّہ مشابہت ہونے کے ابن مریم کرکے پکارا گیا ہے اور مخالفین کے استدلال کو ردّ کرنے کے ہمارے پاس مندرجہ ذیل وجوہات ہیں ✝

پہلا جواب پہلا جواب تو یہ ہے۔ کہ آنے والے ابن مریم سے حدیث میں مسیح ناصری مراد نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی اور ہے کیونکہ مسیحؑ ناصری فوت ہو چکے ہیں اور نصوص قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہے کہ مردے دنیا میں واپس نہیں آ سکتے۔ ان دونو مسئلوں کے متعلق احمدیہ لٹریچر میں مفصل بحث موجود ہے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ صرف دو تین ناظرین کی سہولت کے لیئے تحریر کیئے دیتا ہوں ✝

وفاتِ مسیح خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ (مائدہ) اور دوسری جگہ فرمایا لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ (مائدہ) کہ وہ لوگ جو مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور تثلیث کے قائل ہیں کافر ہیں اور مشرک ہیں۔ ان دونو آیتوں سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ مسیح ناصری معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ شرکا کے متعلق فرماتا ہے وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا مَکَانَکُمْ اَنْتُمْ وَشُرَکَآؤُکُمْ فَزَیَّلْنَا بَیْنَھُمْ وَقَالَ شُرَکَآؤُھُمْ مَّا کُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ (یونس ع) اور جبکہ ہم سب کو اکٹھا کرینگے اور پھر مشرکین کو کہیں گے کہ تم اور تمھارے شرکا ذرا ٹھہرو پس ہم انکے درمیان تفرقہ یا جدائی ڈالدیں گے اور ان کے شرکا کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ہماری اور تمھارے درمیان گواہ کافی ہے ہم تو تمھارے عبادت کرنے سے بالکل غافل ہیں اور خبر نہیں رکھتے۔

پس ان دونو آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں ورنہ اگر مانا جائے کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں اور پھر دوبارہ اُنہی کا نزول ہوگا اور اگر دیکھیں گے کہ مجھے خدا کے ساتھ شریک بنایا گیا ہے اور میری عبادت کی جاتی ہے تو پھر حشر کے دن خدا تعالیٰ کے آگے انکا مشرکوں کی عبادت سے انکار کرنا جھوٹ ہوگا۔ خدا تعالیٰ تو سچا ہے۔ کہ وہ یہ جواب دینگے۔ اور مسیح ناصری کا بھی یہ جواب صحیح ہوگا کیونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور انکو اپنے بعد کی خبر نہیں البتہ وہ علماء اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیحؑ زندہ ہیں حالانکہ انکے پاس انکی زندگی کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

دوسری آیت پہلی دو آیات سے ثابت ہو چکا کہ مسیح ناصری معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ معبودان باطلہ کے لیے فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَّمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝ (نحل ع ۲) وہ لوگ جنکو یہ خدا کے سوا پکارتے ہیں کوئی چیز پیدا نہیں کرتے وہ تو خود مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں بالکل زندہ نہیں اور اب انکو قبروں میں پڑے ہوئے اپنے یوم بعث کا بھی شعور نہیں۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جسقدر معبود

باطلہ دنیا میں مانے جاتے ہیں وہ سب مردہ ہیں جنمیں مسیح ناصری (کہ وہ بھی معبودان باطلہ سے مانے جاتے ہیں) داخل ہیں پس اس آیت کی رو سے مسیح ناصری بھی مردوں میں شامل ہیں

عدم رجوع موتیٰ پر پہلی آیت

اور اسبات کا ثبوت کہ مردہ پھر دنیا میں واپس نہیں آسکتا خدا تعالیٰ کا قول وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ہے (پ۱۷ سورہ انبیاء ع۶)

سوال اگر کوئی کہے کہ آیت میں ہلاکت کا لفظ ہے اسواسطے آیت سے بد لوگ ہی مراد ہیں جو ہلاک ہوتے ہیں نہ کہ نیک لوگ۔ اسلیے آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ نیک لوگ بھی دنیا میں واپس نہیں آسکتے۔

جواب تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہلاکت کے لفظ سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ اس آیت میں کافر ہی مراد ہیں کیونکہ ہلاکت کا لفظ قرآن مجید میں مومنوں اور انبیاء کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے فرمایا وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِىْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا پس ہلاکت کے لفظ سے یہ نہیں نکلتا کہ یہ آیت مومنوں کو شامل نہیں بلکہ یہ ایک کلیہ قاعدہ خدا تعالیٰ نے باندھا ہے۔

دوسری آیت دوسری آیت جو عدم رجوع موتیٰ پر دلالۃ کرتی ہے یہ ہے۔ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّىْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (پ۱۸ سورہ مومنون ع۶) ترجمہ یہانتک کہ جب انمیں سے کسیکو موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب تو مجھے دنیا میں پھر واپس لوٹا دے تا کہ میں وہ نیک کام کروں جنکو میں نے نہیں کیا تو خدا تعالیٰ جواب دیتا ہے ہرگز نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا یہ ایک کلمہ ہے جو وہ کہتا ہے یا کہے گا اور ورے ایک روک (پردہ) ہے یوم البعث تک یعنی قیامت کے دن تک مقام برزخ میں ٹھہرنا پڑے گا۔ اس آیۃ سے ثابت ہے کہ جو مرجاتا ہے اسے مقام برزخ میں یوم البعث ٹھہرنا پڑیگا

ہے۔ اور مقام برزخ ایک پردہ اور روک ہی جو نہ اُسے دُنیا میں آنے دیتا ہی نہ آگے جانے دیتا ہے۔ پس جب ثابت ہو گیا کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں اور فوت شدہ پھر دنیا میں واپس نہیں آسکتے تو حدیث میں ابن مریم سے مراد مسیح ناصری نہیں ہے بلکہ کوئی اور ابن مریم مراد ہے۔

دوسرا جواب دوسرا جواب کہ ابن مریم سے مراد کوئی اور ابن مریم ہے جسکو بوجہ مشابہت تامہ ہونے کے ابن مریم کا نام دیا گیا ہے یہ ہے کہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ دو چیزوں میں مشابہت کے پائی جانے سے مشبہ کو مشبہ بہ کا نام دیدیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ فن بلاغت کے امام عبدالقاہر جرجانی اپنی کتاب اسرار البلاغہ میں فرماتے ہیں +

پہلا حوالہ اَنَّ التَّشْبِیْہَ یَنْقَسِمُ اِلَی الصَّرِیْحِ وَغَیْرِ الصَّرِیْحِ فَالصَّرِیْحُ اَنْ تَقُوْلَ (کَاَنَّ زَیْدُ الْاَسَدُ) فَتَذْکُرُ کُلَّ وَاحِدٍ مِّنَ الْمُشَبَّہِ وَالْمُشَبَّہِ بِہٖ بِاِسْمِہٖ وَغَیْرُ الصَّرِیْحِ اَنْ تُسْقِطَ الْمُشَبَّہَ بِہٖ مِنَ الذِّکْرِ وَتُجْرِیَ اِسْمَہٗ عَلَی الْمُشَبَّہِ کَقَوْلِکَ: رَاَیْتُ اَسَدًا: تُرِیْدُ رَجُلًا شَبِیْہًا بِالْاَسَدِ ثُمَّ تَغَیَّرَتْ اِسْمَہٗ مُبَالَغَۃً وَاِیْہَامًا اَنْ لَا فَصْلَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْاَسَدِ وَاِنَّہٗ قَدِ اسْتَحَالَ اِلَی الْاَسَدِیَّۃِ فَاِذَا کَانَ الْاَمْرُ کَذٰلِکَ وَاَنْتَ تُشَبِّہُ شَخْصًا بِشَخْصٍ فَاِنَّکَ اِذَا شَبَّہْتَ فِعْلًا بِفِعْلٍ کَانَ ھٰذَا حُکْمُہٗ فَاَنْتَ تَقُوْلُ مَرَّۃً کَاَنَّ تَزْیِیْنَہٗ بِکَلَامِہٖ نَظْمُ دُرٍّ فَتُصَرِّحُ بِالْمُشَبَّہِ وَالْمُشَبَّہِ بِہٖ وَتَقُوْلُ اُخْرٰی اِنَّمَا یَنْظِمُ دُرًّا تَجْعَلُہٗ کَاَنَّہٗ نَاظِمُ دُرٍّ عَلَی الْحَقِیْقَۃِ ؛ ترجمہ تشبیہ کی دو قسمیں ہیں ایک صریح دوسری غیر صریح۔ صریح کی مثال جیسے کہ تو کہے کان زید الاسد پس ذکر کرے گا مشبہ اور مشبہ بہ کو اسکے نام کے ساتھ۔ اور غیر صریح یہ ہے کہ تو مشبہ بہ کو ذکر نہ کرے اور اس کا نام مشبہ کو دیدے جیسے کہ تو کہے رایت اسدًا یعنی میں نے شیر کو دیکھا اور مراد شیر کے دیکھنے سے ایک آدمی مشابہ بالاسد ہو۔ مگر تو اُسکے نام کو مبالغہ اور الہام کی وجہ سے بدلا دیگا یہ بتانے کیلئے کہ اس آدمی اور شیر کے درمیان کوئی فرق نہیں رہا گویا کہ وہ شیر ہی بنگیا ہے۔ پس جب معاملہ ایسا ہوا اور تو ایک شخص کو دوسرے شخص سے اور اسی طرح ایک فعل کو دوسرے فعل سے مشابہت دے تو اسکا یہی حکم ہوگا۔ مثلاً بعض دفعہ تو ایسا کہے گا کَاَنَّ تزیینہ بکلامہ نظم

دُر بمعنی کرا اسکا اپنے کلام کو مزین کرنا ایسا ہے جیسے کہ موتی پرونا تو اسمیں مشبہ اور مشبہ بہ کا ذکر کریگا اور غیر تصریح کے وقت تو اسکو کہے گا اِنّمَا یَنظِمُ دُرًا کہ وہ تو موتی پرو رہا ہے۔ تو تو اس مزین کلام والے کو ایسا قرار دیگا گویا کہ وہ فی الحقیقت موتی پرو رہا ہے۔

دوسرا حوالہ پھر ملاحظہ ہو روح المعانی جلد ۵ ص۵۸ "وَ اِنَّمَا قِیْلَ لِلتَّشْبِیْہِ سَمِیٌّ لِاَنَّ الْمُتَشَابِھَیْنِ یَتَشَارَکَانِ فِی الْاِسْمِ" ترجمہ۔ آیت لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا میں شبیہ کے لیئے سمی کا لفظ سو اسطے اختیار کیا گیا ہے کہ دو متشابہ شخص اسم میں شریک ہوتے ہیں یعنی دو شخص جو آپس میں مشابہ ہیں انہیں سے ایک کا نام دوسرے کو دیا جا سکتا ہے۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ ہو روح البیان جلد ۴ ص۳۸۹ - "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شُبِّہَ بِالذِّکْرِ الَّذِیْ ھُوَ الْقُرْاٰنُ لِشِدَّۃِ مُلَابَسَتِہٖ بِہٖ فَاُطْلِقَ عَلَیْہِ اِسْمُ الْمُشَبَّہِ بِہٖ اِسْتِعَارَۃً تَصْرِیْحِیَّۃً" ترجمہ آیت قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَسُوْلًا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر سے جو کہ قرآن ہے آپکے قرآن مجید کے ساتھ شدۃ ملابستہ کی وجہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس نبی کریم (مشبہ) پر اسم مشبہ بہ کا استعارہ تصریحیہ کے طور پر بول دیا گیا ہے۔

چوتھا حوالہ ملاحظہ ہو کشاف جلد ۲ مطبوعہ کلکتہ ص۷۲۰ "وَ اِنَّمَا قِیْلَ لِلْمِثْلِ سَمِیٌّ لِاَنَّ کُلَّ مُتَشَاکِلَیْنِ یُسَمّٰی کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا بِاِسْمِ الْمِثْلِ وَالشَّبِیْہِ وَالشَّکْلِ وَالنَّظِیْرِ فَکُلُّ وَاحِدٍ سَمِیٌّ لِصَاحِبِہٖ" ترجمہ آیت لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ سَمِیًّا میں مثل کے لیے سمی اسوجہ سے کہا گیا ہے کہ دو ہمجنس ہمشکل چیزیں نام رکھا جاتا ہے ان دونوں میں سے ہر ایک کا اپنے مثل اور شبیہ اور شکل اور نظیر کے نام کے ساتھ پس ہر ایک اپنے ساتھی کے لیے سمی ہے۔

پانچواں حوالہ پھر ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۲ ص۶۸۹ - "اِطْلَاقُ اِسْمِ الشَّیْءِ عَلٰی مَا یُشَابِھُہٗ فِیْ اَکْثَرِ خَوَاصِّہٖ وَصِفَاتِہٖ جَائِزٌ حَسَنٌ" یعنی کسی چیز کا نام دوسری چیز پر جو اس کی اکثر خواص اور صفات میں مشابہ ہو اطلاق کرنا جائز مستحسن ہے

پس جبکہ بلاغت کے قواعد میں سے یہ بات ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان مناسبت ہونیکی وجہ سے مشبہ کو مشبہ بہ کا نام دیدیتے ہیں تو اسی قاعدہ کے ماتحت آنیوالے مسیحؑ کو بھی پہلے مسیحؑ کے ساتھ مشابہت ہونیکی وجہ سے ابن مریم کہہ دیا +

اب یہاں پر میں ان تین چار مشابہتوں کا ذکر کرتا ہوں جو کہ مسیحؑ ناصری اور مسیحؑ موعود کے درمیان پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی مفصل دیکھنا چاہے تو مسیح موعود کی کتب تذکرۃ الشہادتین اور تحفہ گولڑویہ کو مطالعہ فرمائے +

پہلی مشابہت ایک مشابہت تو یہ ہے کہ جسطرح مسیح اسرائیلی خلیفوں میں سے آخری خلیفہ ہیں مگر اسرائیل کے خاندان میں سے نہیں حالانکہ زبور میں وعدہ تھا کہ تمام خلیفے اس سلسلہ کے اسرائیلی خاندان ہی سے ہوں گے (صرف ماں کا اسرائیلی ہونا اس وعدہ کے ملحوظ رکھنے کے لیے کافی سمجھا گیا) ایسا ہی مسیح موعود بھی محمدی سلسلہ کے خلیفوں میں سے آخری خلیفہ ہیں مگر باپ کی طرف سے قریش میں سے نہیں گو بعض دادیوں کے سادات میں سے ہونے کی وجہ سے قریش ہی سے ہیں +

دوسری مشابہت جسطرح مسیح ناصری حضرت موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں مبعوث ہوئے ویسے ہی مسیح موعود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوئے +

تیسری مشابہت جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام رومی سلطنت کے وقت یعنی قیصر روم کے زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے جو کہ اہل کتاب تھی۔ اسی طرح مسیح موعود عیسائی سلطنت (عیسائی سلطنت جو مسیح موعود کے وقت ہوگی اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی سلطنت کہا ہے) جو کہ اہل کتاب ہیں۔ کے زمانہ میں مبعوث ہوئے +

چوتھی مشابہت جیسے مسیح ناصری کو کافر بنایا گیا۔ گالیاں دی گئیں۔ انکی والدہ کی توہین کی گئی۔ ایسا ہی مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگا اور گالیاں دی گئیں اور آپ کی اہلبیت کی توہین کی گئی۔

پانچویں مشابہت جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مقدمہ گرفتار کرنیکے لیے جھوٹے

مقدمات بنائے گئے اور یہود کے مولویوں نے عدالت میں اُنپر جھوٹی گواہیاں دیں اسی طرح مسیح موعود علیہ السلام پر بھی جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور علماء نے جھوٹی گواہیاں بھی دیں - پس آنیوالے مسیح میں مسیح ناصری کے ساتھ بہت سی مشابہتوں کے پائے جانے کی وجہ سے اُسکا نام ابن مریم رکھا گیا اور مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان مشابہت ہونیکی وجہ سے حرف تشبیہ اور مشبہ کو گرا دیا گیا- اور یہ کلام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت وبلاغت پر دلالت کرتا ہے - کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں اکثر باتوں میں مشابہت ہونیکی وجہ سے حرف تشبیہ اور مشبہ کو حذف کرکے بولنا بھی بلیغ کلام میں شامل ہے اور بھی بہت سی ایسی مثالیں ہیں کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے وہی نام دیدیا کرتے ہیں +

زبان کا محاورہ

ہم اپنی زبان کا محاورہ لیتے ہیں ہماری زبان میں بھی اُس شخص کو جو سخی ہو حاتم کا نام دیدیا کرتے ہیں اور وجہ شبہ صرف سخاوت ہوتی ہے

حدیث

پھر حدیث میں نبی کریم نے اپنی بیویوں کے لیئے (بخاری کتاب الاذان) اِنَّکُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ فرمایا ہے - کہ ضرور ضرور تم یوسف کی صواحب ہو پس دیکھو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو استغفار کی ایک بات میں اُنکو ساتھ مشابہ ہونیکی وجہ سے صواحب یوسف کا نام دیدیا +

دوسری حدیث

پھر حدیث کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ یَمَسُّہُ الشَّیْطَانُ یَوْمَ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَہَا عیسیٰ میں ہر ایک صالح اور پرہیزگار عورت اور مرد کا نام عیسیٰ اور مریم رکھدیا ہے جیسا کہ علامہ زمخشری نے لکھا ہے "وَھٰذَا یُخَالِفُ نَصَّ الْقُرْاٰنِ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ عِیْسٰی وَاُمِّہٖ کُلُّ رَجُلٍ تَقِیٍّ کَانَ عَلٰی صِفَتِھِمَا وَکَانَ مِنَ الْمُتَوَرِّعِیْنَ الْمُتَّقِیْنَ" + ترجمہ ظاہر حدیث تو نص قرآن کے مخالف ہے کہ میرے بندوں پر شیطان کا غلبہ نہیں ہے اسلیے مراد عیسیٰ اور اسکی والدہ سے ہر ایک متقی آدمی ہے جو ان دونو کی صفت پر ہو اپرہیزگاروں سے ہو +

پھر ملاحظہ ہو ارشاد الساری شرح صحیح البخاری جلد ۷، صہ ۶۳ "وَنَقَلَ الْعَيْنِيُّ اَنَّ الْقَاضِيْ عِيَاضًا اَشَارَ اِلٰى اَنَّ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَاءِ يُشَارِكُوْنَ عِيْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْ ذٰلِكَ قَالَ الْقُرْطُبِيُّ وَهُوَ قَوْلُ مُجَاهِدٍ وَقَدْ طَعَنَ الزَّمَخْشَرِيُّ فِيْ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ وَتَوَقَّفَ فِيْ صِحَّتِهٖ فَقَالَ اِنْ صَحَّ فَمَعْنَاهُ اَنَّ كُلَّ مَوْلُوْدٍ يَطْمَعُ الشَّيْطَانُ فِيْ اِغْوَائِهٖ اِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا فَاِنَّهُمَا كَانَا مَعْصُوْمَيْنِ وَكَذٰلِكَ كُلُّ مَنْ كَانَ فِيْ صِفَتِهِمَا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ وَاسْتِهْلَالُ صَارِخًا مِنْ مَسِّهٖ تَخْيِيْلٌ وَتَصْوِيْرٌ لِطَمَعِهٖ فِيْهِ كَاَنَّهٗ يَمَسُّهٗ وَيَضْرِبُ بِيَدِهٖ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُ هٰذَا مِمَّنْ اُغْوِيْهِ" ترجمہ علامہ عینی نے نقل کیا ہے کہ قاضی عیاض نے جتا دیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ قول مجاہد کا ہے۔ اور علامہ زمخشری نے اس حدیث کے معنے میں طعن کیا ہے اور اس حدیث کے صحیح ہونے میں توقف کیا ہے۔ پھر کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو بھی تو اسکے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک بچہ کے اغوا اور گمراہ کرنے میں شیطان طمع کرتا ہے مگر مریم اور اُسکے بیٹے کے گمراہ کرنے میں ان کے معصوم ہونیکی وجہ سے اور اسی طرح جو ان دونوں کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو حسب قول باریتعالیٰ "میرے مخلص بندوں پر شیطان کا غلبہ انکو گمراہ کرنے کا نہیں" اور بچہ کا چلاتے ہوئے پیدا ہونا مس شیطان سے یہ تخییل اور تصویر ہے اسکے طمع کرنیکی اسمیں گویا کہ وہ اسکو چھوتا ہے اور اسپر ہاتھ مارتا اور کہتا ہے کہ اسکو میں گمراہ کرونگا۔

پھر ملاحظہ ہو کتاب التیسیر شرح جامع الصغیر "وَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ الْمَذْكُوْرِ مِنْ ذِكْرِ عِيْسٰى وَاُمِّهٖ فَالْمُرَادُ هُمَا وَمَنْ فِيْ مَعْنَاهُمَا" یعنی حدیث مذکور میں عیسیٰ اور اسکی والدہ اور ان دونوں کے مثیل مراد ہیں۔ پس مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے کہ اس حدیث میں ہر ایک متقی اور پرہیز گار کا نام جو کہ اپنے اندر حضرت عیسیٰ اور مریم کی صفات رکھتا ہے مریم اور ابن مریم رکھا ہے۔ چونکہ مسیح محمدی بھی مسیح موسوی سے کامل اور اکمل مشابہت رکھتا تھا اس کا نام بھی ابن مریم رکھدیا۔

پھر ملاحظہ ہو کتاب التوضیح صہ ۱۹۴۔ "يُسْتَعَارُ لِعَالِمٍ مُتَّقٍ وَفِيْهِ لَفْظُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

کہ استعارہ کے طور پر ایک بڑے عالم فقیہ کو ابوحنیفہ کہہ دیتے ہیں۔ اور اسکی مثالیں قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔

پھر ملاحظہ ہو تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۲۰۲۔ زیر آیت هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ " هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَمَعْنَاهُ هٰذَا مِثْلُ الَّذِیْ رُزِقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَ شَبَهُهٗ بِدَلِیْلِ قَوْلِهٖ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَهٰذَا كَقَوْلِكَ اَبُوْ یُوْسُفَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ تُرِیْدُ اَنَّهٗ لِاِسْتِحْكَامِ الشِّبْهِ كَاَنَّ ذَاتَهٗ ذَاتُهٗ" ترجمہ آیت هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ کے یہ معنے ہیں۔ کہ یہ رزق اس رزق جیسا ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور پہلے رزق سے اسکو تشبیہ دی ہے۔ اللہ کے قول وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا کو دلیل بنا کر مشابہ قرار دیا اور یہ اس قول کی طرح ہے کہ ابو یوسف ابو حنیفہ ہے یعنی انکے درمیان مشابہت کے مستحکم ہونیکی وجہ سے ایک ذات کو دوسرے کی ذات سمجھ کر ایک کو دوسرے کا نام دیدیں اور ابو یوسف کے بجائے ابو حنیفہ کہہ کر ابو یوسف مراد لیں۔

قرآن مجید میں اسکی مثال

خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ (سورۃ البقرہ) اس آیت میں خدا تعالیٰ نے یہود کو بندر قرار دیا ہے۔ اسوجہ سے کہ انھوں نے بندروں کے ساتھ مشابہت پیدا کرلی تھی وہ یہ کہ انکو حکم دیا گیا تھا کہ سبت کے دن میں تمکو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنی ہوگی اور کوئی دنیاوی کام جیسے مچھلیوں وغیرہ کا شکار نہیں کرنا ہوگا۔ تو انھوں نے بجائے اسکے کہ وہ عبادت کریں یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ نہر دریا کے کنارے بند مار کر جمع کر چھوڑتے اور اتوار کے دن پکڑ لیتے تھے اور اسدن مچھلیاں بھی زیادہ آتی تھیں۔ کیونکہ ایسے جانوروں کا قاعدہ ہے کہ جسدن انکو نہ پکڑا جاوے اُسدن وہ زیادہ آتے ہیں۔ اسواسطے مچھلیاں ہفتہ کے دن بہت آتی تھیں اس لئے وہ جمع کر چھوڑتے اور اگلے دن پکڑ لیتے اگر کوئی کہتا کہ تم عبادت کیوں نہیں کرتے کہدیتے ہمیں صرف مچھلیوں کے پکڑنے سے منع کیا گیا ہے ہم پکڑتے نہیں پس انھوں نے نقطی نقل کی اور ان الفاظ کا مغز نہ لیا۔ جیسے بندر نقل تو کر لیتے ہیں لیکن مغز کو نہیں

سمجھتے۔ اسی طرح انھوں نے کیا اسواسطے انکو بندر کہا گیا۔ وہ حقیقۃً بندر نہیں ہوئے تھے۔ اسبات کے ثبوت کیلئے کہ وہ حقیقۃً بندر نہیں ہوئے تھے دیکھو مندرجہ ذیل تفاسیر۔

تفسیر کبیر

ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ۵۵۴۔ اَلْمَرْوِیُّ مِنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی مَسَخَ قُلُوْبَهُمْ بِمَعْنَی الطَّبْعِ وَالْخَتْمِ لَا اَنَّهٗ مَسَخَ صُوَرَهُمْ وَهُوَ مِثْلُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا وَنَظِيْرُهٗ اَنْ يَقُوْلَ الْاُسْتَاذُ لِلْمُتَعَلِّمِ الْبَلِيْدِ الَّذِيْ لَا يَنْجَعُ فِيْ تَعْلِيْمِهٖ كُنْ حِمَارًا ؕ ترجمہ مجاہد سے مروی ہے کہ خدا تعالیٰ نے انکے دلونکو مسخ کیا تھا۔ یعنی مُہر لگانیکے۔ نہ یہ کہ انکی صورتوں کو مسخ کرکے بندر بنادیا تھا اور اسکی مثال خدا تعالیٰ کا قول کمثل الحمار یحمل اسفارا ہے کہ انکو گدھا قرار دیا ہے اور اسکی نظیر یہ بھی ہے کہ جیسے ایک اُستاد ایک کند ذہن شاگرد کو جو تعلیم میں کامیاب نہیں ہوتا ہے کہے گدھا ہوجا۔

درمنثور

پھر ملاحظہ ہو درمنثور جلد ا صفحہ ۷۵۔ وَاَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ فِیْ قَوْلِهٖ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا الخ قَالَ مُسِخَتْ قُلُوْبُهُمْ وَلَمْ يُمْسَخُوْا قِرَدَةً وَاِنَّمَا هُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لَهُمْ مِثْلَ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ ترجمہ ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے خدا تعالیٰ کے قول کونوا قردۃ خاسئین میں کہ ان کے دل مسخ کیے گئے تھے انکو بندر بنایا گیا تھا اور خدا تعالیٰ نے انکی مثال بندروں سے بیان کی ہے جیسے کہ مثل بیان کی ہے گدھے کے ساتھ۔ اسی طرح فتح البیان جلد ا صفحہ ۱۲۴ اور ابن جریر جلد ا صفحہ ۲۵۲۔ اور بیضاوی جلد ا میں مجاہد سے روایت ہے۔

مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہے کہ انکو بندر نہیں بنایا گیا تھا بلکہ انکے دلوں کی حالت بندروں جیسی ہوجانیکی وجہ سے انکو بندر کہا گیا تھا۔

انجیل

اسی طرح مسیح نے بھی یہود کو سانپ اور سانپوں کے بچے قرار دیا۔ دیکھو متی ۲۳ ، ۳۳ اے سانپو اور افعی کے بچو۔ پھر متی ۷ ، ۶ میں پاک چیزیں کتوں کو نہ دو اور موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو۔

پس جب ہر ایک زبان میں یہ طریق ہے کہ دو ایسی چیزوں کو جو آپس میں مشابہت رکھتی ہوں

ایک کا نام دوسرے کو دیدیتے ہیں تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنیوالے مسیح کا نام ابن مریم کے ساتھ مشابہت رکھنے سے ابن مریم رکھدیا تو اس میں کونسا حرج لازم آتا ہے ۔

تیسرا جواب تیسرا جواب اثبات کا کہ ابن مریم ناصری کے سوا اور ہو سکتا ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ۔ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝ (سورہ تحریم-۲۶-پ۲۸) ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مثال فرعون کی بی بی سے دی ہے ۔ جب اُس نے یوں دعا کی ۔ کہ اے مالک میرے لئے بہشت میں ایک مکان بنا اور مجھکو فرعون اور اسکے بُرے کاموں سے بچائے رکھ اور ظالم لوگوں سے نجات دے اور دوسری مثال مومنوں کی عمران کی بیٹی مریم کے ساتھ دی ہے جس نے اپنی عصمت بچائے رکھی پھر ہم نے اپنی پیدا کی ہوئی روح اُسمیں پھونک دی اور اس نے اپنے مالک کے کلاموں اور کتابوں کو سچ مانا اور وہ ہمارے فرمانبردار بندوں میں سے تھی ۔

مذکورہ بالا آیات میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کی تمثیل فرعون کی بی بی سے دی ہے پھر دوسری مثال مریم سے دی ہے ۔ ملاحظہ ہو کشّاف جلد ۲ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۵۰۶ ۔ "وَقَدْ قَرَنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَرْيَمَ فِي التَّمْثِيْلِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ" اور تحقیق ملا دیا امرۃ فرعون کے ساتھ مریم کو مومنوں کی تمثیل دینے میں یعنی دونوں کے ساتھ مومنوں کو تشبیہ دی ہے ۔

پھر ملاحظہ ہو روح البیان جلد ۴ صفحہ ۴۰۸ ۔ "وَمَرْيَمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ الَّتِيْ الخ وَالْمَعْنٰى وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا حَالَ مَرْيَمَ ابْنَةِ عِمْرَانَ وَالِدَةِ عِيْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَمَا اُوْتِيَتْ مِنْ كَرَامَةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْاِصْطِفَاءِ عَلٰى نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ مَعَ كَوْنِ قَوْمِهَا كُفَّارًا" ترجمہ اور معنی آیت کریمہ کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مثال مریم بنت عمران کے حال سے جو حضرت عیسیٰ کی والدہ

جیسے دنیا اور آخرۃ میں بزرگی دیگئی ہے اور سب جہانوں کی عورتوں پر باوجود اسکی قوم کے کافر ہونیکے چنی گئی ہے)

پھر ملاحظہ ہو عینی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۲۱۴۔ وحکمھا ابنۃ عمران التی عطف علی امرأۃ فرعون ای وضرب اللّٰہ مثلاً للذین اٰمنوا مریم ابنۃ عمران وما اوتیت من الکرامۃ من کرامات الدنیا والاٰخرۃ والاصطفاء علی نساء العالمین مع ان قومھا کانوا کفارًا" ترجمہ آیت ومریم ابنت عمران التی عطف ہو امرأۃ فرعون پر یعنی مومنوں کی مثال مریم بنت عمران کے حال سے بیان کی ہے۔ (باقی ترجمہ جیسا کہ اوپر گذر چکا)

پس ان تینوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ ومریم ابنت عمران معطوف ہے امرۃ فرعون پر۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب مومن فرعون کی بیوی کی حالت سے ترقی کرجاتا ہے تو اسکی مثال حضرت مریم علیہا السلام کی ہوتی ہے یعنی حضرت مریم کے مشابہ ہو جاتا ہے تو پھر جسطرح کہ مریم صدیقہ میں نفخ روح ہوا اسی طرح جب مومن مریمیت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے اور مریم صدیقہ کے شمائل وخصائل وشیم واخلاق کو اپنے اندر لے کر آگے کی طرف ترقی کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسمیں بھی نفخ روح ہوتا ہے اس نفخ روح کے ساتھ وہ مریم صدیقہ کے مقام سے گزر کر ابن مریم کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ اور ابن مریم کی مشابہت اپنے اندر پیدا کرلیتا ہے تو پھر اس مشابہت تامہ کی وجہ سے اسکا نام ابن مریم ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں پہلے لکھا کہ میرا نام خدا تعالیٰ نے مریم رکھا ہے۔ پھر اسکے بعد جب آپ نے روحانیت میں ترقی کی اور مریمیت کے مقام سے بڑھ گئے تو پھر آپ نے دعویٰ کیا۔ کہ میرا نام خدا تعالیٰ نے ابن مریم رکھا ہے۔ پس مذکورہ بالا آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ان مثیلوں میں سے جنکی مثال ان آیات میں دیگئی ہے کامل ومکمل فرد کا نام ابن مریم رکھا گیا ہے

چوتھا جواب چوتھا جواب اسبات کا کہ حدیث میں ابن مریم سے مراد حضرۃ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نہیں ہے بلکہ آنے والا کوئی اور ہے یہ ہے کہ مسیح ناصری کے لئے قرآن مجید میں رسولًا الیٰ بنی اسرائیل آیا ہے۔ کہ وہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اور انجیل میں بھی انکا قول موجود ہے۔

کو میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے جمع کرنیکے لیئے آیا ہوں۔ متی ۱۵/۲۴
یعنی آپ صرف بنی اسرائیل کے ایک رسول ہیں تو اگر انکا ہی دوبارہ نزول مانا جائے تو
انکو تمام جہان کے لیئے رسول ماننا پڑیگا کیونکہ آپ جس خلافت پر متمکن ہونگے وہ اس رسول
کی ہے کہ جسکے متعلق قرآن مجید میں اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا وارد ہوا ہے۔
پس مسیح ناصری کو دوبارہ لانے سے قرآن مجید کی تکذیب لازم آئیگی۔ کیونکہ مسیح ناصری تو
یہ کہیگا کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اور قرآن مجید کہے گا کہ رسولا الی بنی
اسرائیل کہ مسیح ناصری بنی اسرائیل کیلیئے ہی رسول ہے نہ کسی اور کی طرف۔ بہر حال مسیح
ناصری کو دوبارہ لانے سے آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔

پانچواں جواب

پانچواں جواب اس بات کا کہ آنے والا ابن مریم اور ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ
فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ (سورہ نور-۹۶
پ۱۸) کہ خدا تعالیٰ نے یہ مومنوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان سے جنھوں نے اعمال صالحہ کیئے
زمین میں ایسے ہی خلیفہ بنائیگا جسطرح کہ ان سے پہلی پہلی امتوں میں خلیفے ہوتے رہے اور
سلسلہ محمدیہ سلسلہ موسویہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ جیسے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّا
اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔
پس سلسلہ محمدیہ کی سلسلہ موسویہ سے پوری مشابہت جبھی ہو سکتی ہے جبکہ سلسلہ محمدیہ کے
آخر میں بھی ایک ابن مریم آوے جیسا کہ سلسلہ موسویہ کے آخر میں ایک ابن مریم آیا اور ضروری
ہے کہ آنیوالا ابن مریم گزشتہ ابن مریم سے علیحدہ ہو۔ کیونکہ سلسلہ محمدیہ سلسلہ موسویہ کے
مشابہ ہے اور اس میں آنیوالے خلفاء پہلے خلفاء کے مشابہ ہیں جنمیں سے ایک ابن
مریم بھی ہے۔ اور یہ مسلمہ بات ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں ایک نہیں
ہوتے۔ پس آیت استخلاف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنیوالا ابن مریم گزشتہ ابن مریم سے
سے علیحدہ ہے۔

چھٹا جواب

چھٹا جواب یہ ہے کہ آنے والے مسیح کا نام ابن مریم رکھنے میں ایک

حکمت تھی وہ یہ کہ آنے والا مسیح مریم بھی ہوگا اور ابن مریم بھی یعنی دونو مقامونکو وہ حاصل کرے گا مریم نام رکھ کر یہ بتایا کہ مریم جسطرح ایک اُمتی فرد ہے اسی طرح آنیوالا مسیح بھی مریم ہونے کے لحاظ سے اُمتی ہوگا اور جسطرح ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی تھے اسی طرح آنیوالا مسیح ابن مریم ہونیکے لحاظ سے نبی ہوگا۔ یعنی اسمیں دونو باتیں پائی جائینگی۔ کہ وہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی کیونکہ ابن مریم کے مقام تک ان آیات کی رو سے جو تیسرے جواب میں لکھی جا چکی ہیں کوئی نہیں پُہنچ سکتا جب تک کہ پہلے مریم کے مقام کو حاصل نہ کرے۔ اور اگر احادیث میں ابن مریم سے مراد مسیح ناصری ہی لی جائے تو وہ اُمتی بنکر نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انہیں پہلے نبوۃ عطا ہو چکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل نہیں ہوئی۔ اور اگر کوئی کہے کہ ان سے پہلے پچھلی نبوت چھین لی جائے گی تو اسپر یہ اعتراض ہے کہ وہ نبوت کس وجہ سے چھینی جائے گی انھوں نے کونسا گناہ کبیرہ کیا ہے کہ انکو نبوۃ کے عہدہ سے برخاست کیا جائے گا۔ اور اگر ان کو نبی ہونے کی حالت میں بھیجا جائے گا تو انکی نبوت آیۃ خاتم النبیین کے خلاف ہوگی۔

ساتواں جواب

ساتواں جواب یہ ہے کہ اگر ابن مریم سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں اور انھیں کا دوبارہ نزول ہوگا تو اس سے انکا نبی کریم سے افضل ہونا ثابت ہوگا اور ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح قدوسیت اور روحانیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھے جبھی تو دجال کے فتنہ کی اصلاح کے لئے جس کا فتنہ سب فتنوں سے بڑا ہوگا اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ویسا فتنہ نہیں ہوا انکو بھیجا جانا مقرر ہوا۔ قاعدہ ہے کہ ہمیشہ سکول کا ہیڈ ماسٹر اسی ٹیچر کو (جو پہلے سکول چھوڑ چکا ہو) دوبارہ لانے کی کوشش کیا کرتا ہے جسکی پہلے تعلیم اچھی رہی ہو نہ اُسے جسکی تعلیم ناقص رہی ہو۔ پس اسی طرح ماننا پڑے گا کہ مسیح میں قدوسیت اور روحانیت زیادہ تھی کہ پھر ان کو ہی بھیجنا تجویز کیا گیا اور اگر نبی کریم کا کام اچھا ہوتا اور آپ ان سے قدوسیت اور روحانیت میں زیادہ ہوتے تو آپکو مبعوث کیا جاتا۔

لیکن مسیح کا نبی کریم سے افضل ہونا اور قدوسیت اور روحانیت میں آپ سے بڑھکر ہونا باطل ہے اسلیے مستلزم باطل بھی باطل جو مسیح کا دوبارہ نزول ہے۔

ایک نکتہ یہاں پر ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ مسیح ناصری کا یہ منصب ہی نہیں تھا کہ آپ امت محمدیہ میں آکر کام کرتے اور دجالی فتنہ دور کرتے کیونکہ دجالی فتنہ تو ایک ایسا فتنہ تھا جسکے متعلق حدیث میں نبی کریم فرماتے ہیں کہ وہ سب فتنوں سے بڑا فتنہ ہوگا چنانچہ دجال کا جب کبھی ذکر فرماتے تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا تھا۔ نیز آپ نے دجال کے متعلق فرمایا ہے کہ کوئی بھی نبی نہیں مگر اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے پس جبکہ دجال کا اتنا بڑا فتنہ تھا تو چاہیئے تھا کہ اس فتنہ کو دور کرنے کے لیے بھی ایک بڑا عظیم الشان شخص ہوتا اور وہ ہوتا بھی امت محمدیہ سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی وابی کے فیض سے استفاضہ حاصل کرتا اور آپ کے ہی ہتھیاروں کو لیکر دوسرے مذاہب سے لڑتا اور اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کرکے دکھاتا اور آپ کا ہی ظل اور بروز ہوتا چنانچہ ایسا ہی ہوا **حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ** الصلوۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے فیض حاصل کرکے اور قرآن مجید و احادیث شریفہ کو ہاتھ میں لے کر تمام مذاہب کے ساتھ مقابلہ کیا اور سبکو نیچا کر دکھایا۔ آپ کی شان موسوی مسیح کی شان سے بہت بڑھ چڑھ کر تھی یا یوں سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مثیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر تھے اسی طرح آپ کا آخری خلیفہ جو کہ مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اپنے مثیل مسیح موسوی سے بڑھ کر ہونا چاہیے تھا۔

مسیح موسوی اور مسیح محمدی کا موازنہ ہم مسیح موسوی اور مسیح محمدی کا کام دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کام کیا کیا۔ اگر مسیح ناصری کا کام پہلے اچھا نکلا ہو تو پھر ان کا دجالی فتنہ کو دور کرنے کے لیے آنا فرض کر سکتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح ناصری نے اپنے آسمان پر چڑھ جانے سے پہلے چند حواریین

بنائے (جیسا کہ غیر احمدی مانتے ہیں) جنہیں سے بارہ حواری مشہور اور ان کے اعلیٰ شاگرد مانے گئے۔ ان بارہ حواریوں میں سے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایمان کے کیسے پختہ تھے۔ سو جاننا چاہیئے کہ اسکے بارہ شاگردوں میں سے ایک شاگرد نے جس کا نام یہودا اسکریوطی تھا جس کے متعلق حضرت مسیح نے پیشگوئی تھی کہ وہ بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک دیا گیا ہے تیس درہموں کے بدلے مسیح کو پکڑوا دیا۔ پھر دوسرا شاگرد جس کا نام پطرس تھا جسکو مسیح نے نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں دیدی تھیں اُسنے مسیح پر جبکہ وہ پیلاطوس بادشاہ کی عدالت میں تھا لعنت بھیجی پس یہ تو ان دونو کے ایمان کا حال تھا جو کہ مسیح کے اعلیٰ ترین شاگردوں میں سے تھے سو اسی پر قیاس ہو سکتا ہے کہ جو چھوٹے ہونگے ان کا کیا حال ہوگا۔ پس جس کا اُس زمانہ میں جبکہ وہ بنی اسرائیل ہی کی طرف رسول تھا یہ کام نکلا تو فتنوں کے پُر آشوب زمانہ میں جبکہ دجال کا فتنہ زوروں پر ہوگا اور تمام دنیا کی اصلاح کرتا ہوگا وہ کیا کام کر سکے گا۔ پس ضرور تھا کہ آخری زمانہ کے لیے کوئی اور مسیح ہوتا جو شان میں اس سے بڑھ کر ہوتا اور وہ اس سے اچھا کام کر دکھاتا۔ چنانچہ مسیح موعودؑ نے کئی لاکھ کی جماعت پیدا کی جنمیں بہت سے ایسے شخص ہیں جنھوں نے اپنی جان و مال اسلام کی راہ میں دیدیئے۔ یہاں پر دو شخصوں کا ذکر کرتا ہوں جنکی ایمانی حالت کا اندازہ کرکے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مسیح ناصری کو ماننے والے کیسے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے والے کیسے۔ مسیح ناصری کے ایمان لانیوالوں میں سے میں دو کا ذکر کر چکا ہوں کہ انکا ایمان کیسا تھا۔ ادھر مسیح موعودؑ کی جماعت میں سے دو شخص کابل علاقہ خوست کے رہنے والے تھے ایک صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم تھے جو کہ امیر کابل کے بھی اُستاد تھے دوسرے ان کے شاگرد مولوی عبدالرحمٰن مرحوم تھے۔ اُستاد و شاگرد دونوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی اور مانکر اپنے علاقہ میں گئے۔ ان دونو کو بہت دفعہ کہا گیا کہ تم احمدیت چھوڑ دو۔ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے گئے بیڑیاں ان کے پاؤں میں ڈالی گئیں ناک میں رسیاں باندھ کر انکو پھرایا گیا۔ نمک کھلایا گیا بھوکا رکھا گیا۔ لیکن ان خدا کے بندوں نے ہر ایک تکلیف پر صبر کیا اور احمدیت سے ایکطرف

ہو جانا انکی طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ جب دشمن انکو ہر ایک قسم کی تکلیف پہنچا چکے اور وہ نکی احمدیت کو چھوڑ دینے سے مایوس ہو چکے تو پھر انھوں نے دونوں کو مار دینا چاہا سو مولوی عبد الرحمٰن شہید کو تو انھوں نے گلے میں رسا ڈالکر گلا گھونٹ دیا اور صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید (جو کہ بڑی ناز نعمت میں پلے تھے اور امیر کابل کے اُستاد تھے اور بڑی جاگیر رکھتے تھے) کو ایک گڑھا کھدوا کر اُسمیں گاڑ دیا گیا اور سنگسار کیا گیا اور چاروں طرف سے پتھروں کی بارش ہوئی یہانتک آپ پر پتھر برسائے گئے کہ آپ کی لاش بھی انکے نیچے چھپ گئی۔ یہ روح صدق صاحبزادہ عبد اللطیف میں کس نے پھونکی؟ اسی نے جسکے متعلق حدیثوں میں آیا ہے لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِس۔ پس مسیح موعود کی جماعت میں سے تو دو کا یہ حال تھا کہ انھوں نے اپنی جانیں دیدیں اور دنیا کی کوئی پرواہ نہ کی اور ہر قسم کی تکالیف کو برداشت کیا لیکن احمدیت کو نہ چھوڑا ادھر مسیح ناصری کے دو اعلیٰ ترین شاگردوں کا یہ حال تھا کہ ایک نے تیس درہموں کے بدلے اُسے پکڑوا دیا اور ایک نے لعنت بھیجی اسی سے ایک عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ پہلا ابن مریم آخری زمانہ میں کام کر سکتا تھا یا کوئی اور ابن مریم چاہیے تھا۔

اٹھواں جواب

اٹھواں جواب اس بات کا کہ آنے والا ابن مریم اسی اُمت میں سے ہے۔ مسیح ناصری نہیں حدیث کے الفاظ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور اَمَّکُمْ مِنْکُمْ ہیں یعنی ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ اس حال میں کہ وہ تم ہی سے تمھارا امام ہوگا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ میں واو حالیہ ہے اور حال کی تعریف نحویوں نے یہ کی ہے مَا بَیَّنَ هَیْأَةَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ یعنی جو فاعل اور مفعول کی حالت بیان کرے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث میں واو کے ساتھ کسکی حالت بیان کی گئی ہے۔ تو حدیث میں مفعول کا ذکر نہیں صرف فاعل کا ذکر ہے جو کہ نازل ہونے والا ہے یعنی ابن مریم جو فعل نَزَلَ کا فاعل ہے اسکا حال بیان کیا گیا کہ وہ امت محمدیہ سے ہوگا کہیں باہر سے نہیں آئے گا۔ اسی طرح وَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ میں بھی واو حالیہ ہے۔ اور مِنْکُمْ حال واقعہ ہوا ہے۔ جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے صد۲۲ میں لکھا ہے۔ "قَالَ الطِّیْبِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ

فالضمیر فی اَمَّکم لعیسٰی وَمِنکم حال ای یؤمّکم عیسٰی حال کونہ من دینکم قال التفتازانی فی شرح العقائد الاصح ان عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام یصلّی بالناس ویؤمّھم ویقتدی بہ المھدی لانہ افضل وامامتہ اولٰی۔" ترجمہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ اَمَّکم میں ضمیر عیسٰی علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے اور مِنکم حال ہے یعنی عیسٰی علیہ السلام تمہارے امام ہوں گے اس حال میں کہ وہ تمہارے دین سے ہی ہوں گے۔ اور علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ اصح بات یہی ہے کہ حضرت عیسٰی ہی لوگوں کو نماز پڑھائیں گے اور ان کے امام ہوں گے۔ اور مہدی بھی آپ کا مقتدی ہوگا۔ کیونکہ حضرت عیسٰی کی امامت افضل اور اولیٰ ہے۔ پس امامکم منکم و امّکم منکم ابن مریم سے حال واقع ہوا ہے کہ ابن مریم اس حالت میں نازل ہوگا (نزول کے معنے پہلے بتائے جا چکے ہیں) کہ وہ امتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد ہوگا +

واو کو عاطفہ ماننے سے ایک نقص

اگر وامامکم منکم و امکم منکم میں واو کو عاطفہ تسلیم کیا جاوے۔ اور امام سے مہدی مراد لیا جائے۔ تو حدیث کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم حَکَم اور عدل وغیرہ صفات سے متصف ہو کر نازل ہوگا اور تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں تمہارا امام تم سے یعنی مہدی نازل ہوگا" پس واو کو عاطفہ ماننے سے مہدی جیسی غیر احمدی علماء کے معنوں کی رو سے ابن مریم کے ساتھ نزول میں شریک کرنا پڑے گا۔ اور یہ ماننا پڑیگا کہ مہدی بھی آسمان سے نازل ہوگا حالانکہ یہ غیر احمدیوں کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہے۔ پس واو کو سوائے حالیہ لینے کے اور کوئی صورت نہیں بن سکتی اور معنے حدیث کے یہ ہوں گے کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم متصف بصفات مذکورۃ فی الحدیث نازل ہوگا اس حال میں کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور کہیں باہر سے بنی اسرائیل وغیرہ نہیں آئیگا بلکہ امت محمدیہ یعنی مسلمانوں سے ہی ہوگا +

نواں جواب

نواں جواب اثبات کا کہ ابن مریم دو ہیں ایک نہیں۔ یہ ہے

کہ ابن مریم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حلیے بیان فرمائے ہیں ملاحظہ ہو کتاب بدءُ الخلق (بخاری)، عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عِيْسٰى وَمُوْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ فَاَمَّا عِيْسٰى فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيْضُ الصَّدْرِ۔" مجاہد نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰؑ و موسیٰؑ و ابراہیمؑ کو دیکھا۔ عیسیٰ علیہ السلام سرخ رنگ گھنگرالے بال چوڑے سینہ والے تھے۔

پھر آیا ہے قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... وَاَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ فَاِذَا رَجُلٌ آدَمُ كَاَحْسَنِ مَا يُرٰى مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ رَاَيْتُ رَجُلًا وَرَاءَهُ جَعْدًا قَطَطًا اَعْوَرَ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَشْبَهِ مَنْ رَاَيْتُ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلٍ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ (رواہ البخاری) ترجمہ عبد اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ مجھے کعبہ کے پاس رات کے وقت خواب میں ایک گندم گوں شخص دکھایا گیا۔ اسکے بال کاندھوں تک پہنچتے تھے اور کنگھی کیے ہوئے بال تھے اسکے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے تھے۔ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ کون ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر میں نے اسکے پیچھے ایک آدمی دیکھا جو گھنگریالے چھوٹے بالوں والا تھا داہنی آنکھ سے کانا اور ابن قطن کے وہ مشابہ تھا۔ ایک آدمی کے دونوں کندھوں پر اپنے دونوں ہاتھوں کو رکھے ہوئے تھا۔ اور بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے کہا یہ کون ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ مسیح الدجال ہے۔ پس اس ابن مریم کا حلیہ جسے آپؐ نے اسراء کی رات میں دیکھا سرخ رنگ اور گھنگریالے بال اور چوڑا سینہ فرمایا ہے

اور جسکو دجال کے پیچھے طواف کرتے دیکھا اُسکا حلیہ آپ نے گندمی رنگ اور سیدھے بال بتلایا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مریم کے دو حلیے بتلائے ہیں اسلیے وہ شخص دو ہیں لیکن غیر احمدی علماء کہتے ہیں۔ چونکہ نام ایک ہی اسلیے وہ شخص ایک ہے صاف ظاہر ہے کہ اس اختلاف میں ہمارا پہلو بھاری ہے کیونکہ ایک نام کے کئی شخص ہو سکتے ہیں لیکن دو حلیوں کا ایک آدمی نہیں ہو سکتا +

اعتراض اسپر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسیح کے دو حلیوں سے جو حدیثوں میں مذکور ہیں۔ دو شخصوں کے مسیح ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے۔ ورنہ اسطرح تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی دو ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ معراج والی حدیث میں ان کا حلیہ ایک مرد گندم گوں دراز قد جعد یعنی گھنگریالے بالوں والا مذکور ہے اور ذکر الانبیاء میں جو حدیث ہے اُس میں لکھا ہے کہ ایک مرد ہے مضطرب رجل الشعر وہ بال کہ نہ بہت سیدھے ہوں اور نہ بہت گھنگریالے ہوں یعنی ایک روایت میں رجل الشعر آیا ہے اور دوسری میں جعد اگر اختلاف سے حضرت موسیٰ دو نہیں تو پھر اختلاف حلیہ سے حضرت عیسیٰ بھی دو نہیں ہیں بلکہ شک کے دور کرنیکے لیے حضرت عیسیٰ کی مشابہت عروہ بن مسعود سے فرمادی تاکہ شک نہ رہے۔ کیونکہ گندم گوں رنگ جب انسان عین صحت اور خوشی کی حالت میں ہو احمر دکھائی دیتا ہے۔ اور جب طبیعت غم اور فکر میں ہو تو سرخی سفیدی مائل ہو جاتی ہے اور ایسا ہی بال کبھی لمبے ہوتے ہیں کبھی گھنگریالے اسلیے شک کو مٹانے کے لیے آنحضرت صلعم نے عروہ کے ساتھ مسیح کی مشابہت فرمادی۔

جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آپ نے دو حلیے نہیں بتائے بلکہ وہ حلیہ ایک ہی ہے کیونکہ بخاری کتاب بدء الخلق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ یہ بتایا گیا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ لَقِیْتُ مُوْسٰی قَالَ فَنَعَتَهٗ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهٗ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّاْسِ کَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ۔ اور جو حدیث کتاب ذکر الانبیاء میں آئی ہے تو اس میں بھی اسراء کا ذکر ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں رَاَیْتُ مُوْسٰی وَاِذَا

هُوَ رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ كَاَنَّهٗ رِجَالٌ مِنْ شَنُوْءَةَ - پس آپ نے چونکہ حضرت موسیٰ کا حلیہ اسی نظارہ کے مطابق بتایا ہے جو کہ آپ نے معراج میں دیکھا ہے اسلیئے آپکے بیان میں اختلاف تو نہیں ہو سکتا بلکہ لفظوں کا مختلف ہونا راویوں کے مختلف ہونیکی وجہ سے قرار دینا پڑیگا۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو ان بیانوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ ملتے جلتے ہیں نیز دونو حدیثوں میں حضرت موسیٰ کی تشبیہ رجال شنوءۃ کے ساتھ دیگئی ہے۔ یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہی ہیں۔ پھر ایک حدیث میں مضطرب اور ایک میں ضرب اور ایک میں طوال اور جسیم وارد ہوا ہے ان سب کے معنے قریبًا ایک ہی ہیں کیونکہ ضرب کے معنے صحاح میں یہ لکھے ہیں اَلضَّرْبُ - اَلرَّجُلُ الْخَفِيْفُ اللَّحْمِ قَالَ طَرَفَةُ اَنَا الرَّجُلُ الضَّرْبُ الَّذِیْ تَعْرِفُوْنَهٗ خَشَاشٌ كَرَاْسِ الْحَيَّةِ الْمُتَوَقِّدِ اور نہایہ ابن الاثیر میں لکھا ہے۔ اَلضَّرْبُ فِیْ صِفَةِ مُوْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ هُوَ الْخَفِيْفُ اللَّحْمِ الْمَمْشُوْقُ الْمُسْتَدِقُّ۔

جعد اور رجل الراس کے درمیان مطابقت

رہا یہ سوال کہ ایک حدیث میں حضرت موسیٰ کے لیے جعد آیا ہے اور دوسری حدیث میں رجل الراس اور ایک میں جسیم اور طوال آیا ہے ان کے درمیان فتح الباری والے نے یوں تطبیق دی ہے۔ "اَنَّ الْمُرَادَ بِالْجَسِيْمِ فِیْ صِفَةِ مُوْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلزِّيَادَةُ فِی الطُّوْلِ وَيُؤَيِّدُهٗ قَوْلُهٗ فِی الرِّوَايَةِ الَّتِیْ بَعْدَ هٰذِهٖ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ الزُّطِّ وَهُمْ طِوَالٌ غَيْرُ غِلَاظٍ وَقَعَ فِیْ حَدِيْثِ الْاِسْرَاءِ وَهُوَ فِیْ بَدْءِ الْخَلْقِ رَاَيْتُ مُوْسٰی جَعْدًا طُوَالًا وَاسْتَنْكَرَهُ الدَّاوُدِیُّ فَقَالَ لَا اَرَاهُ مَحْفُوْظًا لِاَنَّ الطَّوِيْلَ لَا يُوْصَفُ بِالْجَعْدِ وَتَعَقَّبَ بِاَنَّهُمَا لَا يَتَنَافِيَانِ وَقَالَ النَّوَوِیُّ اَلْجُعُوْدَةُ فِیْ صِفَةِ مُوْسٰی جُعُوْدَةُ الْجِسْمِ وَهُوَ اكْتِنَازُهٗ وَاجْتِمَاعُهٗ لَا جُعُوْدَةُ الشَّعْرِ لِاَنَّهٗ جَاءَ اَنَّهٗ كَانَ رَجِلَ الشَّعْرِ" ترجمہ کہ جسیم سے مراد جو موسیٰ علیہ السلام کی صفت میں آیا ہے۔ زیادت فی الطول ہے اور اسکے بعد کی روایت بھی

کی تائید کرتی ہے۔ گویا کہ وہ نہ ط مردوں سے ہے اور نہ ط لمبے ہوتے ہیں موٹے نہیں ہوتے۔ اور حدیث اسراء جو بدء الخلق میں آتی ہے اسمیں موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ جعداً طوالاً آیا ہے اور داؤدی نے اس حدیث کو منکر سمجھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ میں اس حدیث کو محفوظ نہیں خیال کرتا۔ کیونکہ طویل کا موصوف باجعد ہونا متنافی نہیں ہے۔ نووی نے کہا ہے کہ جعودۃ جو صفتہ موسیٰ میں ہے اس سے مراد جعودت جسم کی ہے یعنی جسم سخت اور مجتمع الخلق ہونا۔ جعودت شعر مراد نہیں ہے کیونکہ اسکے متعلق آچکا ہے کہ آپ رجل الشعر تھے پس معترض کا اعتراض کہ ایک حدیث میں جعد کا لفظ آیا ہے اور دوسری میں رجل الشعر مذکورہ بالا حوالہ سے اڑ جاتا ہے۔ غرض اس سے وہ دو نہیں ہو سکتی اگر کوئی کہے کہ حضرت موسیٰ کو بھی دو دفعہ دیکھا ہے ایک دفعہ شب معراج میں اور دوسری دفعہ وادی الازرق میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ وہاں بھی آپ نے حضرت موسیٰ کا حلیہ بیان کیا ہے۔ تو اسکے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ جب آپ نے موسیٰ کو وادی الازرق میں دیکھا ہے تو حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حلیے کے متعلق راوی نے یہی بیان کیا ہے کہ فَذَكَرَ مِنْ لَوْنِهِ وَشَعْرِهِ کہ آپ کے رنگ اور بالوں کا ذکر کیا اور اس کے ماتحت شارحین نے لکھا ہے +

پس ذکر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ ان کے سے اور بالوں انکے سے کچھ کہ کہا گندم گوں ہیں اور حلیہ جیسا کہ اوپر گزرا"۔ (مظاہر حق)

اور یہی حلیہ آپ نے معراج کی حدیث میں بیان کیا ہے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ کے آپ نے دو حلیے بیان نہیں کیے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ہی ہیں دو نہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ایک چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب متعدد بار دیکھتے ہیں تو اسکا حلیہ مختلف نہیں دیکھتے بر خلاف مسیح کہ وہاں آپ نے مختلف مواقع کے دو حلیے علیحدہ علیحدہ بیان کیے ہیں جسکو معراج میں دیکھا اسکا اور حلیہ بتایا اور جسکو دجال کے آگے آگے طواف کرتے دیکھا جو انبیاء اللہ تھا اس کا حلیہ اور بتایا۔ پس ان دو مختلف حلیوں سے یہ ثابت ہوا کہ ابن مریم دو ہیں ایک نہیں +

اور یہ کہنا کہ عین صحت اور خوشی کی حالت میں ہو تو گندم گوں رنگ بھی احمر دکھائی دیتا ہے اور جب طبیعت غم اور فکر میں ہوتی ہے تو سرخی سفیدی مائل ہو جاتا ہے۔ اور بال کبھی لمبے ہوتے ہیں کبھی گھنگریالے غلط اور کذب صریح ہے کیونکہ گھنگریالے بال کبھی سیدھے نہیں ہوتے اور یہ بات کہ دو رنگ ایک آدمی میں دو وقتوں میں جمع ہو سکتے ہیں غلط ہے کیونکہ بخاری میں آیا ہے عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ لَا وَاللّٰہِ مَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعِیْسٰی اَحْمَرُ وَلٰکِنْ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْکَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ الخ پس اگر احمر اور آدم رنگ ایک ہی ہوتے تو سالم کا باپ اس شخص کو جس نے ابنِ مریم کے متعلق احمر کا لفظ استعمال کیا قسم کھا کر نہ بتاتے کہ آنیوالے مسیح کے لیے احمر کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ آدم کا فرمایا ہے ۔

اور یہ بات کہ دونو ابن مریم کی مشابہت عروہ بن مسعود کے ساتھ دی ہے بالکل غلط ہے کیونکہ عروہ بن مسعود کے ساتھ آپ نے دونو ابن مریم کی مشابہت نہیں دی بلکہ اس ابن مریم کی دی ہے جو کہ آئندہ آنے والا تھا جیسے حدیث مسلم میں آیا ہے فَیَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَیَمْکُثُ اَرْبَعِیْنَ لَا اَدْرِیْ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ عَامًا فَیَبْعَثُ اللّٰہُ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ کَاَنَّهٗ عُرْوَةُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) یعنی دجال نکلے گا اور زمین میں چالیس یوم ٹھہرے گا راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ آپ نے چالیس دن یا مہینے یا سال فرمایا پھر خدا تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا اور اسکی شکل عروہ بن مسعود کی سی ہوگی اور جسکو آپ نے اسراء کی رات میں دیکھا ہے اسکی مشابہت عروہ کے ساتھ نہیں دی۔ پس امام بخاری کا جو رئیس المحدثین ہے اسباب میں ابن مریم کے حلیہ میں جسکو آپ نے اسراء کی رات میں دیکھا ہے رَبْعَةٌ اَحْمَرُ کا لفظ لانا اور جسکو دجال کے ساتھ طواف کرتے دیکھا اسکی حلیہ میں آدم کا لفظ لانا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ ابن مریم دو ہیں کیونکہ اختلاف حلیتین دو شخصوں پر دلالت کرتا ہے ۔

ایک لطیفہ عجیب بات ہے۔ یہ تمام حدیث ہی اپنے حقیقی معنوں میں وارد نہیں ہوئی (۱) اس حدیث کا راوی ابو ھریرہ جس کے معنے ہیں چھوٹی بلی کا باپ

اسی طرح حدیث میں انتم اور فیکم اور امامکم منکم وغیرہ میں کم کے مخاطب حقیقی معنوں میں تو صحابہؓ ہی ہو سکتے ہیں مگر وہ مراد نہیں ہیں اُن کے مثیل مراد ہیں جو آخری زمانہ میں ہونے والے تھے۔ اسی طرح ابن مریم جو آیا ہے تو اس سے بھی مثیل ہی مراد ہے۔

اب اس کے بعد قبل اسکے کہ میں باقی حدیث معنونہ کی تشریح لکھوں نزول کی دوسری حدیثوں میں جو مسیح موعود کی علامات قرار دی گئی ہیں اُن کا ذکر کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) مسیح موعود جب اُترے گا اسکے کندھوں پر دو زرد چادریں ہوں گی +

(۲) مسیح موعود دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا +

(۳) مسیح موعود کے دم سے کافر ہلاک ہوں گے +

(۴) مسیح ایسے دکھائی دیں گے جیسے وہ حمام سے غسل کر کے نکلے ہیں +

(۵) پانچویں علامت مسیح موعود کی یہ ہے کہ وہ دمشق کے شرقی جانب منارہ کے پاس نازل ہونگے

(۶) چھٹی علامت مسیح موعود کی یہ ہے کہ جب آپ نازل ہوں گے تو بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور شیر اونٹوں کے ساتھ چرینگے اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ +

ان چھ علامتوں کو ذیل میں ترتیب وار بیان کیا جاتا ہے +

پہلی علامت

مسیح موعود کی یہ علامت کہ جب وہ اُترے گا تو اُسکے کندھوں پر دو زرد چادریں ہوں گی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اسکو دو بیماریاں لگی ہوئی ہونگی کیونکہ ایسی تمام باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رویا و کشوف ہیں جو ظاہر پر محمول نہیں کیے جا سکتے بلکہ تعبیر طلب ہیں۔ اور زرد کپڑوں کی تعبیر تعطیر الانام جلد ۱ میں یہ لکھی ہے وَالصُّفْرَةُ مِنَ الثِّيَابِ كُلُّهَا مَرَضٌ وَضُعْفٌ لِصَاحِبِ الثَّوْبِ الَّذِي يُنْسَبُ ذَالِكَ الثَّوْبُ إِلَيْهِ" خواب میں کپڑوں کا زرد ہونا بیماری اور ضعف پر دلالت کرتا ہے صاحب ثوب کے لیے جسکی طرف وہ ثوب منسوب کیا جاتا ہے اور وہ دو بیماریاں جیسا کہ مسیح موعود اپنی کتاب حقیقت الوحی ص ۳۰۷ میں تحریر فرماتے ہیں یہ ہیں۔

"ہاں دو مرض میرے لاحق حال ہیں ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں اور دوسری بدن کے

نیچے کے حصہ میں۔ اوپر کے حصہ میں دوران سر ہے۔ اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب ہے اور یہ دونو مرضیں اسی زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونیکا شائع کیا ہے۔ میں نے ان کے لیے دعائیں بھی کیں مگر منع میں جواب پایا"

دوسری علامت اور مسیح موعود کی دوسری علامت یہ ہے کہ مسیح موعود دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا۔ فرشتوں سے مراد دو قسم کے غیبی سہارے ہیں جن پر اسکی اتمام حجت موقوف ہے (۱) وہبی علم کے ساتھ اتمام حجت جو بغیر کسب اور اکتساب اسکو عطا کیا جائے گا (۲) دوسری اتمام حجۃ نشانوں کے ساتھ جو بغیر انسانی دخل کے خدا کی طرف سے نازل ہوں گے اور دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کا اترنا اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ اسکی ترقی کے لیے غیب سے سامان میسر ہوں گے اور ان کے سہارے سے کام چلے گا۔ حقیقت الوحی صٓ ۳۰ +

پھر تعطیر الانام جلد ۲ صـ۲۳ میں لکھا ہے وان رأی ان الملائکۃ قد هبطت من السماء الی الارض کان ذالک وهنا للمبطلین ونصرۃ للمحققین" یعنی فرشتوں کا آسمان سے زمین کی طرف اترتے دیکھنا مبطلوں کی کمزوری اور محققین یعنی صادقوں کی نصرت کی طرف اشارہ ہے۔ اور ظاہر طور پر مراد لینا کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ بخاری کی حدیث میں مَلَکَین کی جگہ رَجُلَین کا لفظ وارد ہوا ہے۔ دوسرے اسوجہ سے کہ مسیح ناصری تو فوت ہو چکا ہے اور آسمان پر نہیں گیا۔ تیسرے یہ کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ (سورۂ فرقان ۔۱۶ پ ۱۹) اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں ہمپر فرشتے کیوں نہیں اُترتے۔ یا ہم اپنے پروردگار کو دیکھ لیں۔ ان لوگوں نے اپنے دلوں میں غرور کیا ہے اور بڑی شرارت کر رہے ہیں۔ جسدن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے

اُس دن اُن گنہگاروں کو خوشی نہ ہوگی اور فرشتے یہ کہیں گے۔ اب تم پر بہشت یا خوشی یا راحت یا رحمت حرام بالکل حرام ہے۔ یا یہ کہ وہ گنہگار لوگ کوئی پناہ چاہیں گے۔

پس اے مسیح موعود کے منکرو تم بھی فرشتوں کو ظاہری طور پر اُترتے اُسوقت دیکھو گے جبکہ قیامتہ یا موت کا دن ہوگا اور اُسدن تمھیں کوئی خوشی نہ ہوگی پس موت کے آنے سے پہلے ہی مسیح موعود کو مان لو کیونکہ جب موت آجائے گی تو پھر تمھیں ایمان کچھ فائدہ نہیں دے گا اور موت ٹل نہیں سکے گی۔ کیونکہ

لکِنَّ سِہَامَ الْمَنَایَا مَنْ یُّصِبْنَ لَہٗ ۔ لَمْ یَشْفِہٖ طِبُّ ذِیْ طِبٍّ وَّلَا رَاقِ

کہ موتوں کے تیر جب کسیکو لگیں تو اُس وقت کسی طبیب کا علاج اور نہ ہی کسی راقی کا منتر نفع دے سکتا ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے اِنَّ الْمَنَایَا لَا تَطِیْشُ سِہَامُہَا کہ موتوں کے تیر کبھی خطا نہیں جایا کرتے۔

تیسری علامت

تیسری علامت یہ کہ مسیح موعود کے دم سے کافر ہلاک ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کی توجہ سے کافر ہلاک ہونگے۔

ظاہری معنوں کا محال ہونا

اور اگر ظاہری معنے مراد لیئے جائیں تو یہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا کہ منتہائے بصر تک کسی کا سانس جائے کیونکہ حدیث میں تو یہ لکھا ہے کہ اس کا سانس منتہائے بصر تک جائیگا۔ اگر اسکو ظاہر معنوں پر لینا چاہتے ہو تو اس سے مسیح کی قوت باصرہ کو کمزور ماننا پڑیگا اور تسلیم کرنا ہوگا کہ مسیح سے مراد ممسوح العین ہی ہے (ونعوذ باللہ) کیونکہ ایسے شخص کا سانس جسکی قوۃ باصرہ میں کسی قسم کا نقص نہ ہو۔ اُسکی منتہائے بصر تک کبھی نہیں پہنچ سکتا اور ایسا ماننا تمھارے دوسرے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ تم تو مانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر جنگ وجدل کرینگے اور جو نہیں مانے گا اُسکو قتل کرینگے یہ بات مانیں کہ مسیح کے سانس سے کافر ہلاک ہوں گے تو جنگ وقتال کی کوئی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ قتل کرنیکی تکالیف اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے جبکہ مسیح کے سانس ہی یہ طاقت ہوگی کہ اُس سے کافر ہلاک ہوں گے +

اور نیز اس کا سانس اگر ایسے ہی زہریلے مواد اپنے اندر رکھتا ہوگا تو مومن اسکے سانس سے کس طرح بچیں گے۔

چوتھی علامت

مسیح موعود کی چوتھی علامت۔ مسیح ایسا دکھائی دیگا کہ گویا وہ حمام سے غسل کر کے نکلا ہے۔ اس سے مراد جیسا کہ حضرت مسیح موعود حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۸ میں تحریر فرماتے ہیں یہ ہے۔

"اور مسیح موعود کا ایسا دکھائی دینا کہ گویا وہ حمام سے غسل کر کے نکلا ہے اور موتیوں کے دانوں کی طرح آب غسل کے قطرے اسکے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔ اس کشف کے معنے یہ ہیں کہ مسیح موعود اپنی بار بار کی توبہ اور تضرع سے اپنے اُس تعلق کو جو اُسکو خدا کے ساتھ ہے تازہ کرتا رہے گا۔ گویا وہ ہر وقت غسل کرتا ہے اور اس پاک غسل کے پاک قطرے موتیوں کی طرح اسکے سر پر سے ٹپکتے ہیں یہ نہیں کہ انسانی سرشت کے برخلاف اسمیں کوئی خارق عادت امر ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ کیا لوگوں نے اس سے پہلے خارق عادت امر کا عیسیٰ ابن مریم میں نتیجہ نہیں دیکھ لیا۔ جس نے کروڑہا انسانوں کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا دیا کیا اب بھی یہ شوق باقی ہے کہ انسانی عادت کے برخلاف عیسیٰ آسمان سے اُترے اور فرشتے بھی ساتھ ہوں اور اپنے منہ کی پھونک سے لوگوں کو ہلاک کرے اور موتیوں کی طرح قطرے اُسکے بدن سے ٹپکتے ہوں۔"

غرض مسیح موعود کے بدن سے موتیوں کی طرح قطرے ٹپکنے کے معنے جو ہمنے لکھے ہیں* صحیح ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کڑے دیکھے تھے تو کیا

حاشیہ* ملاحظہ ہو بخاری جزء اول صفحہ ۱۱ا۵۔ أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِي يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهَمَّنِي شَأْنُهُمَا فَأُوحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ أَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِي فَكَانَ أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيَّ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةَ صَاحِبَ الْيَمَامَةِ (باب علامات النبوۃ) منہ

اس سے کُشتے ہی مراد تھے۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گائیاں ذبح ہوتی دیکھیں۔ کیا اس سے گائیاں ہی مراد تھیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ان کے معانی اور تھے بس اسی طرح مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رنگ میں دیکھنا کہ وہ غسل کر کے آتا ہے اور غسل کے قطرے موتیوں کے دانوں کی طرح اسکے سر سے ٹپکتے ہیں۔ اسکے یہی معنے ہیں کہ وہ بہت توبہ کرنے والا اور رجوع کرنے والا ہوگا اور ہمیشہ اسکا تعلق خدا تعالیٰ سے تازہ بتازہ رہے گا..... ورنہ جسمانی غسل میں کون سی خاص خوبی ہے۔ اس طرح تو ہندو بھی ہر روز صبح کو غسل کرتے ہیں اور غسل کے قطرے بھی ٹپکتے ہیں"

اور غسل کی تعبیر تعطیر الانام جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ میں یہ لکھی ہے۔ "اَلْغُسْلُ فِی الْمَنَامِ بِمَاءٍ طَهُوْرٍ مِنْ جَنَابَةٍ اَوْ لِجُمُعَةٍ یَدُلُّ عَلَی التَّوْبَةِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَقَضَاءِ الْوَاجِبِ مِنْ بِرِّ الْوَالِدَیْنِ اَوِ الْاَصْحَابِ" کہ خواب میں غسل کرنے سے مراد چاہے جنابت سے ہو یا جمعہ کے لیے ہو گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور والدین اور اپنے ساتھیوں سے نیک سلوک کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ +

پانچویں علامت

پانچویں علامت مسیح موعود کی کہ آپ دمشق کے مشرقی طرف منارہ کے پاس نازل ہوں گے اس سے مراد جیسا کہ حضرت مسیح موعود ایام الصلح صفحہ ۱۴۷ میں فرماتے ہیں یہ ہے۔

"یہی تشریح اس مقام کی ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو دمشق کے منارہ شرقی میں نازل ہوتے دیکھا چونکہ مبدء تثلیث اور مخلوق پرستی اور صلیبی نجات

+ حاشیہ: وَرَاَیْتُ فِیْ رُؤْیَایَ اَنِّیْ هَزَزْتُ سَیْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِیْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ اُخْرٰی فَعَادَ اَحْسَنَ مَا کَانَ فَاِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَاَیْتُ فِیْهَا بَقَرًا وَاللّٰهُ خَیْرٌ فَاِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ اُحُدٍ (بخاری باب علامات النبوۃ جزو اول صفحہ ۵۱۱) منہ

کا دمشق ہی ہے۔ اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی مبارک میں یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ مسیح موعود منارہ شرقی دمشق کے پاس نازل ہوا۔ اور نیز جبکہ مسیح موعود کی روحانیت اس طرف متوجہ تھی کہ تثلیث کی بنیاد کو درہم برہم کرے اور ظاہری مثال میں تثلیث کی بنیاد دمشق سے شروع ہوئی تھی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف میں یہ دکھلایا گیا کہ گویا مسیح موعود دمشق کے منارہ شرقی کے قریب نازل ہوا۔

پھر فرماتے ہیں۔ اور نزول مسیح موعود میں یہ احتمال بھی ہے کہ ایسی جگہ اس مسیح موعود کا ظہور ہوگا جو دمشق سے شرق کی طرف واقع ہوگی اور بموجب تحقیق جغرافیہ کے وہ قادیان ہے کیونکہ دمشق سے اگر ایک خط مستقیم مشرق کی طرف کھینچا جائے تو ٹھیک ٹھیک مشرقی طرف اسکی وہ نقطہ ہے جہاں لاہور ہے جو کہ صدر مقام پنجاب کا ہے اور قادیان لاہور کے مضافات میں سے ہے۔ کیونکہ دائرہ پنجاب کا مرکز حکومت قدیم سے لاہور ہی ہے۔ اور قادیان لاہور سے قریباً ستر میل کے فاصلہ پر ہے"۔

اور اگر ظاہراً دمشق میں اُترنا ہی مراد ہو تو یہ غلط ہے کیونکہ ابن ماجہ کی حدیث اسکے خلاف ہے جس میں لکھا ہے کہ مسیح بیت المقدس میں نازل ہوگا اور مسلمانوں کے ایک لشکر میں اُترے گا اور مسلم میں بھی ایسا ہی آیا ہے ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی ص۴۸۲) غرض احادیث ایک دوسرے کے مخالف وارد ہوئی ہیں۔ پس یہ سمجھنا کہ آپ دمشق میں اُتریں گے یا بیت المقدس میں غلط ہے۔ ہاں اگر اسبات کو تسلیم کیا جائے کہ مسیح کا کام کسر صلیب ہی اور تثلیث کا مبدء دمشق ہے تو یہ صحیح ہو سکتا ہے اور بیت المقدس میں اُترنے کے معنے بھی حل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ بھی عیسائیت کا ایک سنٹر ہے ؞

چھٹی علامت چھٹی علامت مسیح موعود کی یہ ہے کہ جب مسیح نازل ہوں گے۔ تو بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور شیر اونٹوں کے ساتھ چریں گے اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ چریں گی سو ان سب سے مراد یہ ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت دنیا میں امن ہوگا اور اسوقت ایسی سلطنت ہوگی جو بھہ

وجوہ رعایا کو امن میں رکھے گی ورنہ مسیح موعود کا حیوانوں سے کیا تعلق۔ چاہے وہ آپس میں اتفاق کریں یا نہ کریں مسیح کی تو بعثت انسانوں کے لیے ہے نہ حیوانوں کے لیے اس سے مراد امن کا زمانہ ہے نہ کچھ اور یہ بات بھی اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ مسیح جنگ نہیں کرے گا جیسا کہ بخاری میں **یضع الحرب** کا لفظ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ **فنعم ما قیل۔**

پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسفند کھیلیں گے بچے سانپوں سے بے خوف و گزند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

اور یہ محاورہ اردو میں بھی بولا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ کے عہد میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ مراد اس سے یہی لی جاتی ہے کہ انکی سلطنت میں بہت امن ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ جانوروں کو اس وقت سکھایا جائے گا جیسا کہ سرکسوں میں ہوتا ہے کہ شیر اور بکری ایک برتن میں پانی پیتے ہیں۔

تیسرا لفظ جو حدیث میں تشریح طلب ہے وہ **حکم و عدل** کا لفظ ہے۔ غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ حکم سے مراد دنیاوی حاکم ہے یعنی وہ بادشاہ ہوگا اور لڑائیاں کریگا۔

جواب ہم کہتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے غلط ہے کہ یہ بخاری کی حدیث یضع الحرب کے خلاف ہے کیونکہ حاکم اور بادشاہ ہونا لڑائی کو چاہتا ہے۔ اور حدیث یضع الحرب اسکے خلاف ہے۔ پس حکم سے مراد بادشاہ نہیں ہے۔

اصل مطلب پس حکم اور عدل سے مراد درحقیقت یہ ہے کہ وہ دینی امور میں حکم یعنی فیصلہ کرنے والا ہوگا اور جو جو بدعات دین میں پھیل ہوگئی ہوں گی ان کو دور کرے گا اور باقی مذاہب میں بھی وہی فیصلہ کریگا۔ اور دلائل بینہ سے ثابت کر دیگا کہ اسلام کے سوا باقی مذاہب جھوٹے ہیں چنانچہ مسیح موعود نے آکر اسلام سے بدعات کو نکالا اور تمام مذاہب کو باطل ثابت کیا اور انکے تمام اعتراضوں کے دنداں شکن جواب دیکر مسکت و مبہوت کر دیا۔ اور مقابلہ کے لیے

چیلنج پر چیلنج دیئے لیکن کوئی مقابلہ پر نہ آیا جیسا کہ آپؑ نے فرمایا:

آزمایش کے لیے کوئی نہ آیا ہر چند ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اور لغت میں حَکَم کے معنے یہ لکھے ہیں۔ (۱) فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَ حَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا وَ اِنَّمَا قَالَ حَکَمًا وَلَمْ یَقُلْ حَاکِمًا تَنْبِیْھًا اَنَّ مِنْ شَرْطِ الْحَکَمَیْنِ اَنْ یَّتَوَلَّیَا الْحُکْمَ عَلَیْھِمْ وَلَھُمْ حَسْبَمَا یَسْتَصْوِبَانِہٖ مِنْ غَیْرِ مُرَاجَعَۃٍ اِلَیْھِمْ فِیْ تَفْصِیْلِ ذَالِکَ۔ (مفردات راغب برحاشیہ نہایۃ ابن الاثیر صفحہ ۳۷۵) ترجمہ آیت فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا میں حَکَم کا لفظ اختیار کیا ہے اور حاکم نہیں کہا۔ یہ بتانے کے لیے کہ دونو حَکَموں کی شرط سے ہے کہ وہ فیصلہ یا حکم کرنیکا اختیار رکھتے ہوں زوجین اور ان کے اہل پر چلے وہ فیصلہ ان کے خلاف ہو یا موافق اور وہ اسکے مطابق جسکو وہ درست سمجھیں فیصلہ کر سکیں۔ پس اسی طرح آنے والے مسیح موعود کے لیے فرمایا کہ وہ مذاہب کے درمیان فیصلہ کریگا اور ثابت کریگا کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے اور مسلمانوں کے درمیان بھی جن جن باتوں میں انکا اختلاف ہوگا فیصلہ کرے گا۔ عدلًا اس کا فیصلہ غلط نہیں ہوگا بلکہ ٹھیک اور درست ہوگا۔ (۲) پھر ملاحظہ ہو لسان العرب جلد ۱۵ صفحہ ۳۰ و تاج العروس جلد ۸۔ اَلْحَکِیْمُ اَلْعَالِمُ۔ وَالْفَقِیْہُ۔ وَالْقَضَاءُ بِالْعَدْلِ وَھُوَ مَصْدَرُ حَکَمَ وَمِنْہُ الْحَدِیْثُ اَلْخِلَافَۃُ فِیْ قُرَیْشٍ وَالْحُکْمُ فِی الْاَنْصَارِ خَصَّھُمْ بِالْحُکْمِ لِاَنَّ اَکْثَرَ فُقَھَاءِ الصَّحَابَۃِ فِیْھِمْ" حکیم عالم کو کہتے ہیں۔ اور حکم علم اور فقہ اور قضاء بالعدل کو کہتے ہیں اور حَکَمَ یَحْکُمُ کا مصدر ہے۔ اور اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً میں حکمت بمعنی حکم ہے اور اسی سے حدیث ہے کہ خلافت قریش میں ہے اور حکم انصار میں ہے۔ خاص کیا ہے انصار کو حکم کے ساتھ کیونکہ اکثر فقہاء صحابہ کے انصار میں سے تھے" پس ان معنوں کی رو سے ثابت ہوا کہ مسیح عالم اور قرآن مجید و حدیث سے خوب واقف ہوگا۔ اور جو فیصلہ کرے گا وہ ٹھیک ہوگا۔

کسرِ صلیب سے غیر احمدی علماء کا استدلال

چوتھا لفظ حدیث میں تشریح طلب یکسر الصلیب ہے کہ مسیح کسرِ صلیب کریگا۔ غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ کسرِ صلیب سے مراد صلیب کو توڑنا ہے یعنی مسیح جہاں کہیں بھی کوئی لٹکی ہوئی صلیب پائے گا اُسکو پاش پاش اور ریزہ ریزہ کر دے گا ÷

جواب

ہم کہتے ہیں کہ اگر صلیب سے مراد اس لکڑی کا توڑنا ہے تو اُسکے توڑنے سے کیا حاصل کیونکہ صلیب پرست اُسے پھر بنالیں گے۔ نیز مسیح گرجوں کو گرائیگا اور صلیبوں کو توڑیگا تو یہ اسلام کے خلاف ہوگا کیونکہ اسلام دوسرے مذاہب کے معبدوں کو گرانیکی اجازت نہیں دیتا۔ پس کسرِ صلیب سے یہ مراد ہے کہ مسیح دلائل و براہین کے ساتھ صلیبی مذہب کو باطل ثابت کریگا اور اسلام کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کر دیگا۔ ہمارے معنوں کی تائید مندرجہ ذیل کتب سے ہوتی ہے۔ (۱) ملاحظہ ہو مظاہر الحق جلد ۴ صہ ۳۸۴۔ "پس توڑیں گے صلیب کو یعنی باطل کرینگے دین نصرانیت کو اور حکم کرینگے ملت حنفیہ پر۔" (۲) پھر علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔ "قَالَ الطِّیْبِیْ یُرِیْدُ بِقَوْلِهٖ یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ اِبْطَالُ النَّصْرَانِیَّةِ وَالْحُکْمُ بِشَرْعِ الْاِسْلَامِ قُلْتُ فَتَحَ لِیْ هُنَا مِنْ فَیْضِ الْاِلٰهِیْ وَهُوَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ کَسْرِ الصَّلِیْبِ اِظْهَارُ کِذْبِ النَّصَارٰی حَیْثُ ادَّعَوْا اَنَّ الْیَهُوْدَ صَلَبُوْا عِیْسٰی عَلٰی خَشَبٍ" ترجمہ طیبی رح کہتے ہیں کہ کسر صلیب سے مراد نصرانیت کا باطل کرنا ہے اور اسلامی شریعت کے ساتھ حکم لگانا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے خدا تعالٰی کے فیض سے یہ بات کھلی ہے کہ کسر صلیب سے مراد نصارٰی کے جھوٹ کا اظہار ہے کیونکہ وہ اسبات کے مدعی ہیں کہ مسیح سولی پر لٹکائے گئے تھے۔

پھر لکھتے ہیں۔ "وَاِنَّ الدِّیْنَ الْحَقَّ هُوَ الدِّیْنُ الَّذِیْ هُوَ عَلَیْهِ وَهُوَ دِیْنُ الْاِسْلَامِ دِیْنُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ هُوَ نَزَلَ لِاِظْهَارِهٖ وَاِبْطَالِ بَقِیَّةِ الْاَدْیَانِ" (عینی شرح بخاری جلد ۵ صہ ۵۸۴) ترجمہ اور دین حق سے مراد وہ دین ہے جس پر مسیح ہوگا۔ اور وہ مذہب اسلام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب ہے جسکے غالب کرنیکے لیے اور باقی ادیان کو باطل ثابت کرنیکے لیے

مسیح نازل ہوگا (۳) ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۲۲۱- یکسر الصلیب
قَالَ فِی شَرْحِ السُّنَّۃِ وَغَیْرِہٖ اَیْ وَیُبْطِلُ النَّصْرَانِیَّۃَ وَیَحْکُمُ بِالْمِلَّۃِ الْحَنِیْفِیَّۃِ
ترجمہ شرح السنہ وغیرہ میں یکسر الصلیب کے معنے یہ ہیں کہ وہ نصرانیت کو باطل کریگا
اور ملت حنیفیہ کے ساتھ حکم کرے گا۔ (۴) ملاحظہ ہو سنوسی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۶۹
یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَقِیْلَ مَعْنٰی یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ یُبْطِلُ اَمْرَہٗ مِنْ قَوْلِھِمْ کَسَرَ
حُجَّتَہٗ "کہ یکسر الصلیب سے مراد یہ ہے کہ وہ اسکے امر کو باطل کریگا اور یکسر الصلیب عرب
کے مشہور قول کسر حجتہ یعنی اس کی حجت کو توڑا" کی بنا پر ہے۔

ایک شبہ اور اُس کا جواب اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ ایسی کسر صلیب تو قرآن مجید نے بھی مَا صَلَبُوْہُ سے کردی ہے پھر مسیح موعود نے کیا کام کیا۔ سو واضح ہو کہ بے شک قرآن مجید نے بالجملہ صلیبی مذہب کو توڑ دیا تھا لیکن جب ہمارے مسلمان بھائی ہی یہ کہنے لگے کہ مسیح زندہ لایزولی ولایحول آسمان پر موجود ہے تو اس سے صلیبی مذہب کو بہت تقویت ہوگئی اسلیے نہایت تفصیل کے ساتھ یہ بات ثابت کی گئی کہ مسیح صلیب پر چڑھایا تو گیا مگر فوت نہیں ہوا اسلیئے مزعومہ کفارہ (جس پر عیسائیوں کے نزدیک مدار نجات ہے) بھی نہیں ہوا۔ حضرت مسیح موعود نے ابطال کفارہ کے متعلق بہت سے دلائل دیئے اور ثابت کردیا کہ مسیح ناصری واقعہ صلیب کے بعد زندہ رہا اور ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان جوق در جوق عیسائی ہو رہے تھے رک گئے اور وہ مذہب جو اسلام کو کھا رہا تھا اُسے اپنی فکر پڑ گئی حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

رہا ہے اسطرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتی ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جان نثار

قتل خنزیر سے غیر احمدی علماء کا استدلال پانچواں لفظ حدیث میں تشریح طلب یقتل الخنزیر ہے کہ مسیح خنزیر کو قتل کرے گا غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ یقتل الخنزیر سے

مراد یہ ہے کہ مسیح جنگلی خنزیروں کو قتل کرے گا ۔

اعتراض بر استدلال مذکورہ

غیر احمدی علماء کے مذکورہ بالا معنوں پر کہ مسیح حقیقتاً جنگلی خنزیروں کو قتل کریگا ۔ یہ سوال پڑتا ہے کہ خنزیر پر ال ہے یا تو استغراقی ہوگا یا معہود کا یا جنس کا ۔ اگر ال کو استغراقیہ لو یا جنس کا لو تو پھر مسیح کی جتنی زندگی ہوگی سب خنزیروں کے ہی قتل میں گزرے گی باقی مذاہب کے ساتھ ان سے نپٹنے کا کب موقع ملیگا ۔ وہ ساری دنیا کے خنزیر کیا قتل کرے گا صرف یورپ کے ہی ان سے ختم نہیں ہونگے نیز اگر مسیح کے بجائے قتل خنزیر کا کام خاکروبوں یا سائینسیوں اور چماروں کے سپرد کیا جاتا تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ ایک نبی کے شان کے شایاں نہیں ہے کہ وہ ہاتھ میں بندوق لیے ہوے یا کتے پیچھے لگائے ہوے شکار کو نکلے اور پھر شکار بھی خنزیروں کا (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات الواہیات) اور اگر ال کو معہود یا بعضیہ لیں تو ان بعض اور خاص خنزیروں کی حدیث میں تعیین نہیں کی گئی کہ وہ خاص کونسے خنزیر مراد ہیں ۔

قتل خنزیر سے کیا مراد ہے

جب ظاہر معنے اسکے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں پھر قتل خنزیر سے کیا مراد ہے ۔ سو واضح ہو کہ خنزیر کے قتل سے مراد انہیں بد اطوار لوگوں کا دلائل سے قتل کرنا ہے جنکی خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بندروں کے ساتھ تمثیل دی ہے اور خنزیر اور گدھے کہا ہے ۔ جیسے فرمایا قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مِنْهُمْ مَنْ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيرَ ۔ اور اگر کوئی کہے کہ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انکو صفات کے لحاظ سے خنزیر اور بندر کہا گیا ہے سو اسکے لیے اول تو میں کونوا قردۃ خاسئین میں ثابت کر آیا ہوں کہ وہ حقیقۃً بندر نہیں بنے تھے ۔ یہاں پر میں ایک حوالہ لغت سے پیش کرتا ہوں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک فریق نے ہمارے معنے کیے ہیں جیسے کہ لکھا ہے ۔ "وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ ۔ قِيلَ عَنَى الْحَيَوَانَ الْمَخْصُوصَةَ وَقِيلَ عَنَى مِنْ أَخْلَاقِهِ وَأَفْعَالِهِ مُشَابِهَةً لِأَخْلَاقِهَا

لَا مِنْ خِلْقَتِهٖ خِلْقَتُهَا وَالْاَمْرَانِ مُرَادَانِ بِالْاٰيَةِ فَقَدْ رُوِيَ اَنَّ قَوْمًا
مُسِخُوْا خِلْقَةً وَكَذَا اَيْضًا فِي النَّاسِ قَوْمٌ اِذَا اعْتُبِرَتْ اَخْلَاقُهُمْ
وُجِدُوْا كَالْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيْرِ وَاِنْ كَانَتْ صُوَرُهُمْ صُوَرَ النَّاسِ (نہایہ
ابن الاثیر جلد ۱ صفحہ ۲۴ - ترجمہ آیت جعل منہم القردۃ و الخنازیر میں کہا گیا ہے
کہ مخصوص حیوان مراد ہیں اور کہا گیا ہے کہ ایسے آدمی مراد ہیں جنکے اخلاق اور افعال انکے
مشابہ ہو گئے ہوں نہ یہ کہ ان آدمیوں کی پیدائش بھی حیوانوں کی سی ہو گئی ہو حاصل الامر یہ ہے
کہ آیت سے دونو مراد ہیں بعض نے روایت کی ہے کہ ایک قوم واقعی بندر اور سور بنائی گئی
تھی اور لوگوں میں یہ بات بھی مسلم ہے کہ کسی قوم کو جبکہ انکے اخلاق اور بندروں اور سوروں
جیسے پائے جائیں تو انکو بندر اور سور کہا جاتا ہے اگرچہ انکی صورتیں آدمیوں کی ہوں
پس حدیث میں قتل خنزیر سے مراد ایسے لوگوں کا قتل کرنا ہے جنمیں خنزیر کی صفات
پائی جاتی ہوں جیسے لغت میں بھی خَنْزَرَ الرَّجُلُ اسوقت کہا جاتا ہے جبکہ وہ خنزیر
جیسے کام کرے - اور پھر یہ سب باتیں چونکہ آپ کی رویا اور کشوف ہیں جو تعبیر طلب
ہیں اسلئے علم الرویا کی کتب میں دیکھتے ہیں کہ قتل خنزیر سے کیا مراد ہے

(۱) وَمَنْ رَاٰى اَنَّهٗ يُقَاتِلُ خِنْزِيْرًا فَاِنَّهٗ يُنَازِعُ رَجُلًا دَنِيًّا لَا خَيْرَ
فِيْهِ - کتاب الاشارات برحاشیہ تعطیر الانام جلد ۲ صفحہ ۳۰۳ - اور جو شخص دیکھے کہ وہ
خنزیر سے قتال کرتا ہے (جیسا کہ مسیح کو آپ نے خنزیر قتل کرتے دیکھا) تو وہ ایک
ایسے کمینہ آدمی سے مباحثہ کریگا جس میں کوئی بھلائی نہیں ہو گی یعنی وہ ہدایت کو اختیار
کرنے والا نہیں ہو گا - (۲) ملاحظہ ہو منتخب الکلام برحاشیہ تعطیر الانام جلد ۱ صفحہ ۱۵۱
"اَلْخِنْزِيْرُ - رَجُلٌ ضَخْمٌ مُوْسِرٌ فَاسِدُ الدِّيْنِ خَبِيْثُ الْمَكْسَبِ قَذِرٌ
ذُوْ يَدٍ كَافِرٌ اَوْ نَصْرَانِيٌّ شَدِيْدُ الشَّوْكَةِ" خواب میں خنزیر سے مراد ایک
موٹا خوشحال خراب دین والا خبیث کسب والا گندہ طاقتور کافر یا نصرانی شدید شوکت
والا مراد ہے - (۳) پھر ملاحظہ ہو تعطیر الانام صفحہ ۱۹۹ - خِنْزِيْرٌ فِي الْمَنَامِ عَدُوٌّ
مَلْعُوْنٌ قَوِيٌّ مُكَابِدٌ جَزُوْعٌ عِنْدَ النَّوَائِبِ يَقُوْلُ وَلَا يَفِيْ بِمَا يَقُوْلُ

خنزیر کے خواب میں دیکھنے سے مراد ملعون قوی دشمن ہے جو تکالیف کو برداشت کرنیوالا اصحاب پر صبر کرنیوالا ہو اور وہ جو کہے اسکو پورا نہ کرے۔ اور خنزیری سے یہ مراد ہے "وَیَدُلُّ فِیْمَنْ کَانَتْ لَہٗ خُصُوْمَۃٌ عَلٰی اَنَّ عَدُوَّہٗ رَجُلٌ قَوِیٌّ ذُوْبَاسٍ جَاھِلٌ قَبِیْحُ الْکَلَامِ۔ پھر لکھا ہے وَرُبَّمَا یُعَبَّرُ الْخِنْزِیْرُ بِرَجُلٍ مِّنَ الْیَھُوْدِ اَوِالنَّصَارٰی"۔ پھر لکھا ہے وَمَنْ رَاٰی اَنَّہٗ یُقَاتِلُ خِنْزِیْرًا فَاِنَّہٗ یَظْفَرُ بِعَدُوٍّ ظَالِمٍ۔" پس ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ قتل خنزیر سے مراد اپنے مذہبی دشمنوں کے ساتھ جو بہت جھگڑالو ہوں مباحثہ کرنا ہے اور پھر مباہلہ کر کے دعا سے ہلاک کرنا نہ حقیقی خنزیروں کو قتل کرنا۔ فافہم

یَضَعُ الْجِزْیَۃَ چھٹا لفظ حدیث میں قابل تشریح یضع الجزیہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیاوی بادشاہ نہیں ہوگا کہ دنیا سے جزیہ لے بلکہ وہ لوگوں سے ایمان کو قبول کریگا اور اسی کی تائید بخاری کی حدیث یضع الحرب کرتی ہے (ملاحظہ ہو بخاری جز اول مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۴۹۰۔ کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم) کہ مسیح لڑائی نہیں کریگا بلکہ وہ لوگوں کو مسلمان بنائے گا۔ پس یضع الحرب اور یضع الجزیہ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وہ صلح و آشتی کا زمانہ ہوگا۔ سچ ہے ؎

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو — جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر — کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ — عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا
جب آئیگا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا — جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا
پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند — کھیلیں گے بچے سانپوں سے بےخوف و بےگزند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا — بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا
اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

ویفیض المال حتی لا یقبلہ احدٌ سے غیر احمدیوں کا استدلال +

ساتویں بات جو حدیث میں قابل تشریح ہے وہ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد ہے غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ اس سے ثابت ہے کہ مسیح کے وقت میں مال کثرت سے ہوگا یہانتک کہ اُسے کوئی قبول نہیں کریگا اور اسکی کوئی قدر نہیں رہیگی پس اگر مرزا صاحب واقعی مسیح موعود ہیں تو اسوقت مال کی کچھ قدر نہیں رہنی چاہیے تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک مال کی محبت میں گرویدہ ہے۔

جواب ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک مطلق پیشگوئی ہے جو آپ نے فرمائی ہے کہ ایسا کسی زمانہ میں ہوگا مسیح موعود کی علامت نہیں ٹھیرائی پھر یہ پیشگوئی پوری بھی ہو چکی ہے ملاحظہ ہو زرقانی جلد ۷ صفحہ ۲۷۰ - "اِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰی لَا یَقْبَلُهٗ اَحَدٌ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ ابْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ" کہ مال اتنا ہونا کہ اُسکو کوئی قبول نہ کرے عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں ہوا۔ اور یفیض المال سے یہ مراد نہیں کہ مسیح بہت مال دیگا کیونکہ احادیث میں یَفِیْضُ الْمَالُ آیا ہے یعنی مال فاعل واقعہ ہوا ہے نہ یُفِیْضُ الْمَالَ یعنی مفعول پس اسکے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ مسیح مال کو اتنا دیگا کہ اُسکو کوئی قبول نہیں کریگا۔ ملاحظہ ہو عینی شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۵۸۴ "وَقَالَ ابْنُ التِّیْنِ اِعْرَابُهٗ بِالضَّمِّ لِاَنَّهٗ کَلَامٌ مُسْتَانِفٌ غَیْرُ مَعْطُوْفٍ لِاَنَّهٗ لَیْسَ مِنْ فِعْلِ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ" ترجمہ اور ابن التین نے کہا ہے کہ مال کا اعراب ضمہ کے ساتھ ہے کیونکہ وہ کلام مستانف ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے فعل سے نہیں ہے نیز ملاحظہ ہو بخاری جزو اول صفحہ ۴۹۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی اس صورت میں یہ معنے ہونگے کہ مال بہت بڑھ جائیگا۔ سو یہ ظاہر ہے۔ ماسوا اسکے دوسری حدیث میں آیا ہے وَلَیَدْعُوَنَّ اِلَی الْمَالِ فَلَا یَقْبَلُهٗ اَحَدٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ کہ مسیح بہت زور سے لوگوں کو مال کی طرف بلائیگا لیکن اسکو کوئی قبول نہیں کریگا یعنی مسیح بہت انعام مقرر کریگا لیکن کوئی اس مال کا لینے والا نہ نکلے گا۔ چونکہ اصل کام مسیح موعود کا دین اسلام کو

غلبہ دینا ہے باقی مذاہب پر اسلئے اسی غرض کو یَدْعُوَنَّ اِلَی الْمَالِ میں بھی مد نظر رکھا گیا ہے یعنی مسیح موعود بڑے بڑے انعام مقرر کرے گا جیسا کہ تمام مذاہب کو براہین احمدیہ کے مقابل میں ویسی کتاب لانے پر دس ہزار روپیہ کا چیلنج دیا۔ پھر آپ نے توفی کے معنوں کے متعلق دعویٰ کیا۔ کہ جب خدا تعالیٰ فاعل ہو۔ اور مفعول کوئی ذی روح ہو اور توفی کا لفظ بولا جائے تو اسوقت سوائے قبض روح کے اسکو کوئی معنی نہیں ہو سکتے اگر کوئی اسکے خلاف لغات عرب یا قرآن مجید و احادیث سے کوئی مثال بتاوے تو اسکو ایکہزار روپیہ انعام دیا جائے گا اور اسی طرح حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب کرامات الصادقین پر انعام مقرر کیا کہ اگر کوئی کرامات الصادقین جیسی کتاب لائے تو اُسکو ایکہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ پھر اعجاز احمدی کی مثل لانے پر دس ہزار روپیہ انعام مقرر کیا اسی طرح آپنے بہت سے انعامات مقرر کیے مگر لینے کا حوصلہ کسی کا نہ ہوا۔ نبی کریم فرماتے ہیں کہ مسیح تو مال کی طرف لوگوں کو بلائے گا اور انعام دینا چاہے گا لیکن کوئی اسکو قبول نہیں کریگا اور ان کا قبول نہ کرنا اس بات کی دلیل ہوگی کہ جس مذہب پر مسیح موعود ہے وہی سچا مذہب ہے اور باقی تمام مذاہب جھوٹے ہیں اور اگر اس سے مراد ایسی کثرت مال کی لی جائے کہ کسیکو مال کی ضرورت اور احتیاج ہی نہیں رہے گی تو یہ قیامت کا دن ہے۔ نیز اس طرح دنیا کے کاروبار بھی نہیں چل سکتے کیونکہ جب کسیکو بھی مال کی پروا نہیں رہیگی تو کاشتکاروں کو کیا ضرورت کہ وہ ہل چلائیں اور مشقتیں اُٹھائیں اور ڈاکٹروں اور طبیبوں کو کیا ضرورت کہ وہ بیماروں کے قارورہ کو دیکھیں یا زخموں کو چیریں اور بھنگیوں کو کیا ضرورت کہ وہ جھاڑو دیں اور لوگوں کے پاخانے اٹھائیں جبکہ مسیح سب کو مال دے رہا ہے پس ظاہری معنے لینے سے تو دنیا کا سب کھیل بگڑ جاتا ہے اور چند دن کے لیے بھی دنیا کا قیام نہیں رہ سکتا۔

نیز اس کثرت سے مال کا ہونا کہ کوئی اسکو قبول نہیں کریگا قرآن مجید کے صریح مخالف ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰکِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ اِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرٌ بَصِیْرٌ (شوریٰ)

رکوع ۳) یعنی اگر خدا تعالیٰ بندوں کے لیے رزق پھیلا دے کوئی بھی غریب نہ رہے اور کسیکو مال کی حاجت نہ ہو تو اسکا نتیجہ یہ نکلے کہ وہ زمین میں بغاوت کریں۔ اسلیے خدا تعالیٰ اُتارتا ہے ایک اندازہ کے مطابق جتنا چاہتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کی حاجات سے خبر رکھتا ہے اور دیکھتا ہے پس اگر مال کی کثرت کو اسقدر مان لیا جائے کہ کسیکو بھی مال کی حاجت نہ رہے تو اس سے زمین میں بغاوت ہوگی جس سے لازم آئیگا کہ خدا تعالیٰ خبیر و بصیر نہیں رہا۔ اور نیز آیت نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (زخرف-۳۶) کے بھی خلاف ہوگا کیونکہ اس آیت میں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کے درمیان ہمنے معیشت کو تقسیم کیا ہے اس دنیا میں اور ہمنے بعض کو بعض پر درجات میں بلند کیا ہے تاکہ بعض بعض کو بنظر حقارت دیکھیں۔ پس مال کی اتنی کثرت کہ کسیکو اسکی پرواہی نہ رہے اور یہ کہ مسیح لوگونکو کثرت سے مال دیگا اور اسکو کوئی قبول نہیں کریگا قرآن مجید کے بھی خلاف ہے زخرف ع ۳

حضرت ابوہریرہ کا استدلال

بعض احادیث میں ابی ہریرہ سے یوں مروی ہے کہ فَاقْرَؤُوا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ٭

غیر احمدیوں کا استدلال

ابی ہریرہ کے اس آیت کو حدیث كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ کے ساتھ ملانے سے غیر احمدی علماء نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس حدیث میں نزول ابن مریم سے مراد حضرت عیسیٰ کا ہی نزول ہے۔

جواب اول تو جاننا چاہیئے کہ فَاقْرَؤُوا اِنْ شِئْتُمْ نبی کریمؐ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ ابی ہریرہ کا اپنا اجتہاد ہے جو انھوں نے قرآن مجید کی آیت سے کیا ہے۔ اور یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اصول فقہ والوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ اجتہاد میں کمزور ہیں اسی لیئے ان کو مجتہدین کے گروہ میں شامل نہیں کیا ملاحظہ ہو اصول شاشی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صہ وَالْقِسْمُ الثَّانِي مِنَ الرُّوَاةِ هُمْ

اَلْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَةِ دُوْنَ الْاِجْتِهَادِ وَالْفَتْوٰی کَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ فَاِذَا صَحَّتْ رِوَایَةُ مِثْلِهِمَا عِنْدَکَ فَاِنْ وَافَقَ الْخَبَرُ الْقِیَاسَ فَلَا خِفَاءَ فِیْ لُزُوْمِ الْعَمَلِ بِهٖ وَاِنْ خَالَفَهٗ کَانَ الْعَمَلُ بِالْقِیَاسِ اَوْلٰی،، ترجمہ دوسری قسم راویوں کی ایسی ہے کہ وہ حفظ اور عادل ہونیکے لحاظ سے تو معروف ہیں لیکن اجتہاد اور فتوے میں معروف نہیں جیسے ابی ہریرہ اور انس بن مالک ہیں پس جب ایسونکی روایت صحت تک پہنچ جائے تو اگر وہ خبر قیاس کے موافق ہو تو اسپر عمل کرنا لازم ہے اور اگر قیاس کے مخالف ہو تو عمل قیاس پر اولیٰ ہے۔

غور کرنا چاہیے کہ جب ابی ہریرہؓ کی روایت کے متعلق جو وہ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں اصولی علماء احناف کہتے ہیں کہ اگر قیاس کے موافق آئے تو مانو ورنہ قیاس پر عمل کرو تو انکا اجتہاد کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے۔ پس حدیث میں فاقرؤا کے بعد جو بیان کیا گیا ہے وہ ابی ہریرہ کا اپنا اجتہاد ہے جو کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا

ابی ہریرہ کا دوسرا اجتہاد جیسا کہ ابی ہریرہ کا دوسرا اجتہاد جو صحیحین میں بیان ہوا صحیح نہیں ہو سکتا ہے مسلم میں آیا ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا نَخَسَهُ الشَّیْطَانُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ نَخْسَةِ الشَّیْطَانِ اِلَّا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗ ثُمَّ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (مسلم جلد ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۴) ترجمہ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر اسکو شیطان چھوتا ہے تو وہ شیطان کے مس سے روتا ہوا پیدا ہوتا ہے مگر مریم کے بیٹے (عیسیٰ) اور حضرت مریم کو شیطان نہ چھو سکا۔ پھر راوی کہتا ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو آیت اِنِّیْ اُعِیْذُهَا الخ پڑھو کہ ای خدا میں مریم اور اسکی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ ابی ہریرہ کی اس آیت کے پڑھنے سے غرض یہ ہے کہ حدیث کی اس آیت سے بھی تائید ہوتی ہے کہ مریم اور حضرت عیسیٰ کو مس شیطان نہیں ہوا پس یہ بھی ابی

ہریرہ کا استدلال صحیح نہیں +

دوسرے اجتہاد کے غلط ہونیکے وجوہ

پہلی وجہ یہ کہ اگر اسکو صحیح مانا جائے تو ابی ہریرہ کے عدم مس شیطان کو دو فرد دو میں حصر کر دینے سے یہ ثابت ہوگا کہ نعوذ باللہ باقی تمام انبیاء کو یہانتک کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وقت ولادت مس شیطان ہوا۔ دوسری وجہ اس استدلال کے باطل ہونیکی یہ ہے کہ اگر ابی ہریرہ کا مفہوم جو اُنھوں نے سمجھا ہے صحیح ہے تو یہ صحیحین کی دوسری حدیث کے صریح مخالف ہے کیونکہ نبی کریم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مومن اور مومنہ جماع کرتے وقت اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا دعا پڑھے تو اُس کا بچہ شیطان کے تصرف سے محفوظ رہیگا پس اسطرح بہت سے مومن شیطان کے مس سے محفوظ ہو سکتے ہیں مسیح اور اسکی والدہ کی کیا خصوصیت رہی۔ تیسری وجہ اس استدلال کے بطلان کی یہ ہے کہ یہ دعا حضرت مریم کی والدہ نے بعد ولادت مریم پڑھی ہے، جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ (سورہ آل عمران ع ۴) پس ان آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت مریم کی پیدایش اور نام رکھنے کے بعد امرأۃ عمران نے یہ دعا پڑھی ہے اور مس شیطان کا وقت حدیث میں ولادت بتایا گیا ہے۔ پس حضرت مریم بھی آیت کی رو سے مس شیطان سے پاک نہیں ہو سکتی +

اس استدلال کے متعلق نواب صدیق حسن خاں کی رائے

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے نواب صدیق حسن خاں اپنی کتاب فتح البیان میں تحریر فرماتے ہیں۔ وَفِي الْمَقَامِ إِشْكَالٌ قَوِيٌّ لَمْ أَرَ مَنْ نَبَّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ وَحَاصِلُهُ أَنَّ قَوْلَهَا وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ مَعْطُوفٌ عَلَىٰ مَا قَبْلَهُ الْوَاقِعِ فِي حَيِّزِ لَمَّا وَضَعَتْهَا فَيَقْتَضِي أَنَّ طَلَبَ هٰذِهِ الْإِعَاذَةِ إِنَّمَا وَقَعَ بَعْدَ الْوَضْعِ فَلَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ حِفْظُ مَرْيَمَ

مِنْ طَعْنِ الشَّیْطَانِ وَقْتَ نُزُوْلِهَا وَخُرُوْجِهَا مِنْ بَطْنٍ فَلَا یَتَلَاقَی الْحَدِیْثُ مَعَ الْاٰیَۃِ بَلْ مُقْتَضٰی ظَاهِرِ الْاٰیَۃِ اِنَّ اِعَاذَتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ اِنَّمَا کَانَ بَعْدَ وَضْعِهَا وَهٰذَا لَا یُنَافِیْ تَسَلُّطَ الشَّیْطَانِ عَلَیْهَا بِطَعْنِهَا وَنَخْسِهَا وَقْتَ وِلَادَتِهَا الَّذِیْ هُوَ عَادَتُهٗ فَاِنَّ عَادَتَهٗ طَعْنُ الْمَوْلُوْدِ وَقْتَ خُرُوْجِهٖ مِنْ بَطْنِ اُمِّهٖ تَاَمَّلْ قَالَهٗ سُلَیْمَانُ الْجُمَلْ (فتح البیان جلد ۱)

ترجمہ اس مقام میں ایک قوی اشکال پڑتا ہے میں نے نہیں دیکھا کسی مفسر کو کہ اس نے اسپر آگاہ کیا ہو اور حاصل اشکال کا یہ ہے کہ حضرت مریم کی والدہ کا قول وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا اپنے قبل پر جو کہ جزء لَمَّا وَضَعَتْهَا میں واقع ہے معطوف ہی پس یہ امر مقتضی ہے کہ اس پناہ دینے کی طلب مریم کے جننے کے بعد واقع ہوئی ہے۔ پس اسپر یہ امر مترتب نہیں ہو سکتا کہ مریم وقت ولادت طعن شیطان سے محفوظ رہی ہو کیونکہ آیت کا مقتضای ظاہر یہی ہے کہ اعاذت شیطان سے مریم کی وضع کے بعد واقع ہوئی ہے اور یہ اعاذت شیطان کے مریم پر وقت ولادت طعن کے ساتھ مسلط ہونیکے منافی نہیں ہی کیونکہ اسکی عادت طعن کرنا ہے بچہ کو وقت ولادت کے پس سوچ۔ اور اسبات کا قائل سلیمان الجمل ہے۔ پس جب ابوہریرہ کا یہ استدلال بقول علماء سلف غلط ثابت ہوا تو دوسرا استدلال بھی اگر غلط کر دیا جائے تو نامناسب نہیں بلکہ اسکی کمزوری تو بہت ہی ظاہر ہے

غیر احمدی علماء کے معنے

غیر احمدی علماء اس آیت کے معنے یہ لیتے ہیں کہ کوئی بھی اہل کتاب نہیں ہے مگر وہ ضرور ضرور ایمان لائیگا حضرت عیسی علیہ السلام پر حضرت عیسی کی موت سے پہلے پہلے۔ یعنی جب حضرت عیسی دوبارہ نزول فرما ہوں گے تو اسوقت تمام اہل کتاب حضرت عیسی پر ایمان لے آئینگے

ان معانی کے باطل ہونیکے وجوہ

غیر احمدیوں کے معنے پہلے تو اسوجہ سے باطل ہیں کہ جمیع اہل کتاب کا ایمان لانا قرآن مجید کی دوسری آیات کے مخالف ہی کیونکہ اہل کتاب کے متعلق خدا تعالی فرماتا ہے وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اور اَغْرَیْنَا

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ کہ ہمنے اہل کتاب کے درمیان قیامت تک بغض اور دشمنی ڈالدی ہے۔ پس یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ تمام اہل کتاب مسیح کو مان لیں گے اور اگر سب لوگ غیر احمدی علماء کے عقیدہ کے مطابق مسیح کے نزول کے وقت مسلمان ہوجائیں گے تو یہ آیت وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ کے بھی خلاف ہے۔ اور نیز اگر غیر احمدیوں کے معنے صحیح مان لیے جائیں تو ماننا پڑیگا کہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے کیونکہ اس میں تناقض اور اختلاف پایا جاتا ہے حالانکہ قرآن مجید میں الہامی کتاب کی یہ علامت بیان کی گئی ہے کہ اسمیں اختلاف نہیں ہونا چاہیے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَوْ كَانَ مِنْ غَيْرِ عِنْدَ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا - یعنی اگر قرآن خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا۔ اگر اس آیت سے مراد یہی ہے کہ تمام اہل کتاب ایمان لائیں گے تو یہ آیت فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا اہل کتاب سے تھوڑے ایمان لائیں گے۔ جو آیت متنازعہ فیہا سے تین چار آیات پہلے ہے کے بھی مخالف ہوگی لیکن قرآن مجید میں اختلاف نہیں ہے اسلیئے غیر احمدی علماء کے معنے ہی باطل ہوں گے +

دوسری وجہ

غیر احمدی علماء کے معنے عبارۃ النص سے باطل ہیں اور عبارۃ النص کی تعریف یہ ہے فَأَمَّا عِبَارَةُ النَّصِّ فَهُوَ مَا سِيقَ الْكَلَامُ لِأَجْلِهِ وَأُرِيدَ بِهِ قَصْدًا" (اصول شاشی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صہ ۲۵ - اور نور الانوار صہ ۹۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی -) کہ عبارۃ النص اسکو کہتے ہیں کہ جسکی وجہ سے اور جس مقصد کو ثابت کرنیکے ارادہ سے کلام چلایا جائے۔ پس ہم ان آیات پر غور کرتے ہیں کہ جو آیت متنازعہ فیہا سے پہلے اور پیچھے درج ہیں کہ یہ کلام خدا تعالیٰ نے کس مقصد کو ثابت کرنے کے لیے چلایا ہے بعد غور ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر خدا تعالیٰ نے اہل کتاب کی شرارتیں بیان کرنیکے لیے اور انکی اور انکی شرارتوں کے مقابلہ میں اپنے انعام بیان کرنیکے لیے کلام کو چلایا ہے۔ چنانچہ اس رکوع میں جو آیت يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ سے شروع

ہو ہے انکی مندرجہ ذیل شرارتوں کا بیان کیا ہے **پہلی شرارت** وہ تجھ سے سوال
کرتے ہیں کہ ہمارے لیے آسمان سے کتاب کو نازل کر۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو ابھی
ان کا سوال کم ہے حضرت موسیٰ کے وقت اس سے بھی بڑھ کر انھوں نے شرارت کی تھی
کہ حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ تو ہمیں خدا تعالیٰ کو ظاہری طور پر دکھا **دوسری شرارت**
پھر حضرت موسیٰ پر اس سوال کے بعد انھوں نے بچھڑے کو معبود بنا یا تھا **تیسری**
شرارت کہ ہم نے اہل کتاب سے اسبات کا پختہ اقرار لیا تھا کہ سبت کے دن تم زیادتی نہ
کرنا ان لوگوں نے یہ اقرار کرکے پھر اسے توڑ دیا تھا۔ **چوتھی شرارت** خدا تعالیٰ
کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے۔ **پانچویں شرارت**
انھوں نے انبیاء کا انکار کیا اور حضرت مریم پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ **چھٹی**
شرارت انھوں نے کہا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو سولی پر چڑھا کر مارا ہے
پھر اسکے بعد متنازعہ فیہا آیت کا بیان ہے۔ اسکے معنے ابھی ہم چھوڑتے ہیں
اور اسکے بعد دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کے متعلق کیا بیان فرمایا ہے
تو اسکے بعد پھر ان کی شرارتوں کا ہی بیان ہے **ساتویں شرارت** کہ وہ بہت
سے لوگوں کو خدا تعالیٰ کے راستہ سے روکتے تھے **آٹھویں شرارت** کہ وہ سود
لیتے تھے حالانکہ انکو سود لینے سے منع کیا گیا تھا۔ **نویں شرارت** وہ لوگوں کا مال باطل کے
ساتھ کھاتے تھے۔ آیت متنازعہ فیہا کو چھوڑ کر مذکورہ بالا نو شرارتوں کا خدا تعالیٰ نے
ذکر فرمایا ہے اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آگے اور پیچھے تو شرارتوں کا ذکر ہو اور درمیان
میں ایک انکی اچھی صفت بیان کردی جائے جس کا نہ پہلے کے ساتھ کوئی ربط ہو اور
نہ پیچھے کے ساتھ حالانکہ قرآن مجید بے ربط نہیں ہے اور نہ ہی اسکی آیات بکھرے
ہوئے موتیوں کی طرح ہیں بلکہ وہ موتیوں کی باترتیب پروئی ہوئی لڑی کی طرح ہیں
جیسے اصول فقہ کی کتاب المنار میں قرآن مجید کی صفت میں لکھا ہے۔

اَمَّا الْكِتَابُ فَالْفُرْقَانُ الْمُنَزَّلُ عَلَى الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
الْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ الْمَنْقُوْلُ عَنْهُ نَقْلًا مُتَوَاتِرًا بِلَا شُبْهَةٍ

وَهُوَ اَسْحَرُ لِلنَّظْمِ وَالْمَعْنیٰ" پس قرآن مجید کی صفت نظم بیان کیگئی ہے جسکے معنے جمع اللؤلؤ فی السلک ہے یعنی موتیوں کی ایک لڑی میں اکٹھا کرنا اور حدیث اِبْدَؤُا بِمَا بَدَءَ اللّٰهُ کہ تم وہاں سے شروع کرو جہاں سے خدا نے شروع کیا ہے ترتیب کو بتا رہی ہے کہ قرآن مجید میں ترتیب ہے پس یہ نہیں ہو سکتا کہ آگے پیچھے تو انکی شرارتوں کا بیان ہو اور درمیان میں اُن کی ایک نیک بات آجائے اور نیز اس طرح یہ خدا تعالیٰ پر بھی ایک اعتراض پڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے ان کی اچھی صفت کو ایسی جگہ بیان کیا کہ جس کا کچھ بھی اثر نہیں پڑ سکتا کیونکہ اسکے بعد پھر شرارتوں کا ذکر ہوا۔ کیوں علیحدہ نہیں بیان کیا

سوال | اگر کوئی سوال کرے کہ ہر ایک میں کچھ نہ کچھ خوبی ہوتی ہے تو انہیں بھی ایک یہ خوبی پائی گئی جو خدا تعالیٰ نے بیان کر دی تو حرج کیا لازم آیا اگر یہ بھی خوبی نہیں تو ماننا پڑیگا کہ ان میں سے کوئی بھی نیک نہیں۔

جواب | تو خدا تعالیٰ نے مذکورہ بالا وہم کا جواب جو انکی شرارتوں کو دیکھ کر پڑ سکتا تھا کہ کیا کوئی ان میں سے نیک بھی ہے۔ شرارتوں کے بعد حرف لٰکن کے ساتھ جو کہ استدراک کیلئے آتا ہے ملاحظہ ہو شرح جامی لٰکِنْ لِلْاِسْتِدْرَاکِ وَمَعْنَی الْاِسْتِدْرَاکِ رَفْعُ تَوَهُّمٍ يَتَوَلَّدُ مِنَ الْكَلَامِ الْمُتَقَدِّمِ کہ استدراک کے معنی ہیں جو متقدم کلام سے جو وہم ہو سکتا ہے اسکے دور کرنے کیلئے آتا ہے۔ فرمایا لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ یعنی سب یہود شرارتی ہیں مگر جو راسخ فی العلم ان سے میں وہ ایسے نہیں ہیں اور ان سے وہ مومن جو تیری طرف اُتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا دونو پر ایمان رکھتے ہیں پھر جو ان میں سے نماز کو قائم کرنیوالے ہیں اُنکی میں تعریف کرتا ہوں اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور یوم آخرۃ پر یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ ہیں ہم بڑا اجر دینگے پس جو انمیں سے قابل تعریف تھے انکو خدا تعالیٰ نے

حرف لٰکِنْ کے ساتھ بیان کیا۔ پس ثابت ہوا کہ لکِنْ سے پہلے انکی شرارتوں کا بیان ہے اور لکِنْ کے بعد ان کی خوبیوں کا۔ پس بسیاق وسباق سے معلوم ہوا کہ غیر اصولیوں کے معنے صحیح نہیں اور آیت متنازعہ فیہا کو جو درمیان میں لایا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ان کی بڑی شرارت ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چلکر بتائیں گے۔

لطیفہ جب جمیع اہل کتاب کے لیے مسیح کی موت سے پہلے ماننا ضروری ہے تو اہل کتاب کو دنیا میں رہنے کا اچھا موقع مل جائے گا۔ وہ ضرور انکار پر اڑے رہینگے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ ہم مر نہیں سکتے جب تک کہ مسیح کو مان نہ لیں۔ وہ کہیں گے ہمارا عدم ایمان ہماری عدم موت کو مستلزم ہے پس ہمیں انکار پر اڑے رہنا چاہئے اور مسیح ناصری کو بھی معلوم ہوگا کہ میری موت جمیع اہل کتاب کے ساتھ وابستہ ہے وہ بھی ملنے کے لیے ایک حد تک انکو نہیں کہیں گے ہو سکتا ہے کہ مسیح ناصری اور اہل کتاب آپس میں سمجھوتہ کرلیں اور کہیں کہ تم مجھے مت مانو کیونکہ میری موت تمھارے ایمان لانے کے ساتھ وابستہ ہے اور اہل کتاب یہ کہیں کہ ہم تجھے نہیں مانتے کیونکہ ہماری موت تجھپر ایمان لانیکے ساتھ وابستہ ہے۔ پس اگر خدانخواستہ کہیں یہ سمجھوتہ انکا ہوگیا تو پھر خدا کیلئے بہت مشکل پڑیگی کیونکہ اگر وہ زندہ رکھے تو بھی قرآن مجید کی آیت کی تصدیق نہ ہوئی اور اگر اسی حالت میں ماردے تب بھی قرآن مجید کی آیت کی تکذیب ہوگی ہر دو صورت میں قرآن مجید کو جھوٹا ماننا پڑا لیکن قرآن مجید کا جھوٹا ہونا باطل ہے اور جو مستلزم باطل وہ بھی باطل۔

سوال | پھر اگر کوئی کہے کہ آیت کے صحیح معنی کیا ہیں جن سے مذکورہ بالا نقائص لازم نہ آئیں۔

جواب | تو اس آیت کے صحیح معنے یہ ہیں کہ کوئی بھی اہل کتاب نہیں مگر وہ ضرور ضرور ایمان رکھیں گے مسیح کے قتل پر اپنے مرنے سے پہلے پہلے۔ یہ درحقیقت انکی ایک بڑی شرارت ہے باوجودیکہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید جیسی کتاب بھیجکر ثابت کردیا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا لیکن اہل کتاب ایسے ضدی ہیں کہ وہ مسیح کے قتل ہونیکو ضرور مانتے رہیں گے ہوتے

سے کہ انکا مذہب قائم رہ ہی نہیں سکتا جبتک کہ وہ مسیح کو مصلوب نہ سمجھیں کیونکہ اہل کتاب دو قومیں تھیں ایک یہود اور ایک نصاریٰ - فرمایا کہ اہل کتاب (یہود ہوں یا نصاریٰ) یہ مسیح کی موت کو مانتے رہیں گے کیونکہ اگر یہود مسیح کو صلیب پر سے زندہ اُتاریں تو وہ ملعون نہیں قرار دے سکتے اسواسطے انکا مذہب باطل ہوتا ہے اور اگر عیسائی مسیح کو صلیب سے زندہ اُتاریں تو عیسائیوں کا کفارہ ٹوٹ جاتا ہے جسپر ان کے مذہب کی بنیاد ہے۔

دوسری قراءت

قَبْلَ مَوْتِہٖ کی دوسری قراءت قَبْلَ مَوْتِھِمْ آئی ہے ملاحظہ ہو بیضاوی - پس دوسری قراءت میں جو ضمیر ھُمْ ہے جو جمع کے لیے آتی ہے مسیح کی طرف نہیں پھر سکتی کیونکہ وہ واحد ہے - ہاں اہل کتاب کی طرف پھر سکتی ہے کیونکہ اگر اہل کتاب کو بلحاظ افراد کے لیا جائے تو پھر ھُمْ کی ضمیر ٹھیک ہے اور اہل کتاب فرد کے لحاظ سے ھُوَ کی ضمیر کافی ہے پس ہمارے معنوں کی رو سے دونو قراءتیں صحیح ہو جاتی ہیں اور قَبْلَ مَوْتِہٖ اسواسطے فرمایا کہ موت کے بعد تو انکو معلوم ہو ہی جائے گا کہ مسیح ناصری صلیب پر نہیں مرا اور يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا - قیامت کے دن مسیح خود انکے خلاف گواہی دینگے - اگر سب نے مان لینا تھا تو مسیح انکے خلاف کیوں گواہی دینگے - پس ابو ہریرہ کی مذکورہ بالا آیت کو حدیث نزول ابن مریم کے ابدال لانے سے یہ نہیں نکل سکتا کہ واقعی مسیح ناصری ہی دوبارہ نزول فرمائیں گے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نہ حدیث میں نزول کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود آسمان سے اُتریں گے کیونکہ نزول آسمان سے اُترنے کو مستلزم نہیں - اور نہ ہی ابن مریم کے لفظ سے نکلتا ہے کہ مسیح ناصری ہی دوبارہ مبعوث ہوں گے - بلکہ آنیوالا مسیح تو اور ہے جو اسی اُمت سے ہونا تھا - اور مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں اسلیے وہ دوبارہ واپس دنیا میں نہیں آسکتے ❊

میں آخر میں تمام احباب کو مژدہ سُناتا ہوں کہ وہ آنے والا موعود مسیح آچکا ہے اور اُسکی شہادت آسمان و زمین نے بھی دیدی اور وہ بے ضرورت نہیں آیا بلکہ موجودہ وقت اسباب کا مقتضی تھا کہ مسیح اسی زمانہ میں آوے جبکہ

اسلام پر چاروں طرف سے اعتراض پڑتے تھے اور اسلام دشمنوں سے بالکل گھر گیا تھا

فنعم ما قال المسیح الموعود علیہ السلام

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

بے ضرورۃ نامدم نے آمدم ز غیر وقت
در من از جہل و تعصب قوم من افتادہ اند

سوئے من اے بدگماں از بدگمانیہا مبیں
فتنہ ہا بنگر چہ قدر اندر ممالک زادہ اند

چوں زمیں بکشود یاراں صد در فسق و فساد
پس درے از بہر ما از آسماں بکشادہ اند

می درخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب
کور چشم آنانکہ در انکار ما افتادہ اند

بشنوید اے طالباں کز غیب بکشند ایں ندا
مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند

صادقم و از طرف مولیٰ با نشانہا آمدم
صد در علم و ہُدیٰ بر روئے من بکشادہ اند

شکریہ اس مضمون کو تمام و کمال ایک ہی نمبر میں شائع کرنے اور زیادہ تعداد میں چھپوانے کے لیے میں نے رسالہ میں امداد کی تحریک کی تھی کوئی صاحب سوائے مکرمی سیٹھ محمد غوث صاحب حیدرآباد دکن کے متوجہ نہ ہوے پھر میں نے اپنے خاص احباب کرام کو بذریعہ خطوط متوجہ کیا۔ تو مندرجہ ذیل احباب نے اسمیں حصہ لیا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ چونکہ مضمون اندازہ سے کم میں آگیا ہے اسلیے بقیہ امداد سے دو رسالہ چھپوانے کا ارادہ ہے جس میں مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی کا مفصل بیان ہے اور مرزا سلطان محمد کے دستخطی خط کا عکس بھی ہے انشاء اللہ ان دونوں کا ثواب میرے ان دوستوں کو پہنچے گا۔

(۱) مکرمی سیٹھ محمد غوث صاحب حیدرآباد دکن
(۲) مکرمی شیخ مشتاق حسین صاحب ہیڈ ایجنٹ
(۳) مکرمی ڈاکٹر فضل کریم صاحب قادیانی کوہاٹ
(۴) مکرمی سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد دکن
(۵) مکرم مولانا ابو الحمید صاحب ناظم عدالت گلبرگہ
(۶) مکرم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کوہاٹ
(۷) مکرم مولانا غلام اکبر خان صاحب حیدرآباد دکن
(۸) مکرم بابو فضل احمد صاحب بٹالوی ہیڈ کلرک کیمل کور نوشہرہ

انکے علاوہ مولانا انوار حسین خان صاحب شاہ آباد اور ویٹرنیری جمعدار فضل الدین صاحب نے امداد کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جزاء خیر بخشے۔

(اکمل عفا اللہ عنہ)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہی مسیح موعود ہیں

سن ظہور مشکوٰۃ کتاب العلم میں حدیث ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا یعنی ہر صدی پر ایک مجدد مبعوث ہوگا اور اسکے یہ معنی بھی ہیں کہ جب تمام صدیوں کے سر جمع ہونگی تو اسوقت ایک مامور مبعوث ہوگا جو دین کی تجدید کریگا وہ نومعنوں کی لحاظ سے یہ صدی چودھویں مسیح و مہدی کیلئے مخصوص ہے۔ کہ صلیب پرستی کا عقیدہ باطلہ انتہا کو پہنچگیا ہے (ب) خدا کا وعدہ تھا کہ سلسلہ موسویہ کے مشابہ سلسلہ محمدیہ کے خلفاء ہونگے۔ حضرۃ موسیٰ موافق تاریخ یہود ۳۶۹ھ ہبوط آدم میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ برس کی عمر پاکر ۲۴۸۸ میں فوت ہوئے حضرۃ عیسیٰ کی پیدائش ۳۷۶۰ میں ہوئی ۱۲۷۲ برس کا فاصلہ ہے حضرۃ نبی کریم صلعم کے اتنے سال بعد مسیح محمدی کا ظہور چاہیئے (ج) لیلۃ القدر خیر من الف شھر سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے جسمیں سو سال کے بعد مجدد مبعوث ہونیکا ذکر ہے کیونکہ اسمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ہزار ماہ کے بعد کلام الٰہی اُترتا ہے (د) ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ میں یہ پیشگوئی ہے کہ چودھویں صدی میں جب مسلمانوں کی حالت کمزور ہوگی اللہ تعالیٰ کی نصرت اسی رنگ میں آئیگی جسمیں پہلی آئی یعنی بعثت محمدیہ (ہ) حافظ برخوردار نے اپنی انواع میں لکھا ہے پچھے یک ہزار و گذرن تن سو سال + عیسیٰ ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال +

مقام ظہور لیظھرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی وہیں پوری ہوسکتی ہے جہاں ہر مذہب کا نمونہ موجود ہے اور پھر ہر ایک کو اپنی خیالات کی اظہار کا موقعہ۔ ہندوستان ہی اسکے لیے موزون ہے اور ان مثل عیسیٰ کمثل آدم نے یہ بتا دیا کہ عیسیٰ کو آدم کے ساتھ ایک نسبت ہے ہبوط آدم ہند میں ہوا تو نزول مسیح بھی وہیں چاہیئے (۳) حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۹ میں صدیق حسن خان نے بھی لکھا ہے اما محل خروجش پس مشرق است حتماً۔ اور جواہر الاسرار میں ایک حدیث ہے کہ یخرج المھدی من قریۃ یقال لہ قدعہ۔ مہدی قادیں گاؤں میں خروج کریگا۔ اور مہدی ابناء فارس سے ہوگا لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجل من ابناء فارس مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۸۲ کہا جاتا ہے کہ مہدی سادات میں سے ہوگا۔ مگر ایسی احادیث میں اختلاف ہے پس یخرج رجل من اُمتی یقول بسنتی (ابوداؤد بروایت ابوسعید خدری) ہی صحیح ہے کہ لا ابو الا مھدی جو حسب حدیث مسند حنبل عیسیٰ ابن مریم اماماً مھدیاً وحکماً عدلاً جلد ۲ صفحہ ۴۱۱

عیسیٰ بن مریم بھی ہے امت محمدیہ کا ایک فرد ہوگا۔ اور سمرقندی الاصل مغولوں (اہل فارس) سے مشرق کی طرف ملک ہند کے صوبہ پنجاب قادیان میں مبعوث ہوگا۔

نام ابو داؤد میں ہے یسمّٰی باسم نبیکم۔ جو تمھارے نبی کا نام ہے وہی اُسکا نام۔ شاہ رفیع الدین موضح القرآن میں لکھتے ہیں حضرت کا نام دنیا میں محمدؐ اور فرشتوں میں احمدؐ۔ اور اقتراب الساعۃ صـ۶۹ میں فانہ المھدی واسمہ احمد۔ وہ مہدی اور اُسکا نام احمد۔

حلیہ حدیث فرایت رجلا آدم نے بتایا کہ گندم گوں رنگ ہوگا اور سبط الشعر سیدھے بال۔ اور باب اشراط الساعۃ مشکوٰۃ میں ہے المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف۔ مہدی مجھسے ہوگا روشن پیشانی اونچی ناک۔ اور حدیث الغاشیہ میں ہے کہ زبان میں کسی قدر ثقل ریش مبارک گھنی۔ سر پر لمبے لمبے بال۔ کمان ابرو۔ کلاں جسم۔

خصوصیات حضرت احمد قادیانی میں یہ سب علامات پائی جاتی تھیں۔ آپنے وہ کام کر دکھایا جو مسیح و مہدی کے لیے مقرر تھا یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر۔ آپنے تحدی کے ساتھ اعلان کیا کہ میرے مقابلہ میں کسیکی دعا قبول نہ ہوگی جو میری ذلت کا خواہاں ہو وہ خود ذلیل ہوگا (۲) طاعون کی شدت میں اعلان کیا کہ خدا فرماتا ہے میں تیرے دار کا محافظ ہوں اور تو بالخصوص طاعون سے محفوظ رہیگا۔ ایسا ہی ہوا۔ بالمقابل جو یہ دعویٰ کریگا وہ ضرور پکڑا جائیگا (۳) جو مجھسے ان الفاظ میں مباہلہ کریگا کہ جو گمراہ ہے وہ پہلے مرجائے تو وہ پہلے مرجائیگا (۴) سو دو سو بیمار بذریعہ قرعہ اندازی تمام صوفیا میں تقسیم ہوں تو میرے بیمار صحت پانے میں سب سے زیادہ بڑھ جائینگے (۵) میری بعض کتابوں کی مثل تمام علماء و فضلاء اپنی مجموعی طاقت سے نہیں لا سکتے (۶) جو علم قرآن مجھے دیا گیا وہ کسیکو نہیں۔ منکر اس معجزہ کے مقابل میں تفسیر لکھیں۔ ولا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا (۷) دو سو سے زیادہ نشان آپکے ہاتھ پر ظاہر ہوے (۸) آپکی قوت قدسیہ سے جیسا کہ پہلے خدا نے خبر دی تھی کہ (میں تمھیں اسلام کی ایک بھاری جماعۃ دونگا) چار پانچ لاکھ کفر سے توبہ کر کے مسلمان ہوئے اور بہ ہیئت مجموعی تقویٰ و طہارت میں اپنی نظیر آپ ہیں (۹) خدا سے خبر پاکر اطلاع دی کہ واللہ یعصمک من الناس یعنی میں اپنی طبعی موت سے مظفر و منصور اسّی سال پانچ چھ برس کم عمر پاکر فوت ہونگا (نصرۃ الحق) (۱۰) آپ کی تعلیم جو اس زمانہ میں تمام مشکلات سے نجات پانے کی حقیقی راہ ہے ٭

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴۲